محبت و محبوبیت

تحریر و ترتیب

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

برزم عشاق

ادارہ نجم الھدیٰ جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ نیو پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد
0300-6661755

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد

فاعوذبالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

الذی هوبالمومنین رؤف الرحیم

والذین آمنو اشد حبا لله

محبت

ایک وجدانی کیفیت ہے اس کی حقیقت ادا کرنے سے انسانی دنیا کے الفاظ قاصر ہیں' لیکن اس کا مادہ فطری طور پر ہر شخص میں موجود ہے۔

ازل سے حسن پرستی لکھی تھی قسمت میں
مرا مزاج لڑکپن سے عاشقانہ تھا
پیدا ہوئے تو ہاتھ جگر پر دھرے ہوئے
واللہ ہم ہیں کب سے کسی پہ مرے ہوئے
مری طفلی میں شان عشق بازی آشکارا تھی
اگر بچپن میں کھیلا کھیل تو آنکھیں لڑانے کا
شاہد بزم ازل نے اک نگاہ ناز سے
عشق کو اس انجمن میں مسند آرا کر دیا

محبت کا ابتدائی درجہ میلان ہے

محبت کے ابتدائی درجہ کا ادراک ہر شخص کو حاصل ہے جس کو میلان کہتے ہیں اور اعلیٰ درجہ جس کو عشق کہتے ہیں اس کا ظہور کسی کسی میں ہوتا ہے۔

محبت کا ثبوت

مگر یہ دولت ہر انسان کی فطرت میں چھپی ہوئی ہے کیونکہ جب ہم محبت والوں کے قصے پڑھتے ہیں تو دل میں ایک گدگدی سی اٹھتی ہے۔

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

یہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ ہمارے دلوں میں بھی محبت کا مادہ موجود ہے کیونکہ ہر جنس اپنے ہم جنس کی طرف کشش اور میلان رکھتی ہے البتہ اس جوہر کے ظہور کے مراتب بھی غیر متناہی اور اس کے ظاہر ہونے کے مواقع یعنی جہاں یہ دولت سرسبز ہو کر ظاہر ہوتی ہے ان کے مراتب بھی غیر متناہی ہیں لہذا محبت کا جو درجہ اور محبوب کا جو مرتبہ ہوگا اسی کے مطابق محبت کے اثرات مرتب اور ثمرات ظاہر ہوں گے۔

محبت کا گھٹیا درجہ

بعض لوگوں نے محبت کے اس جذبہ کو دنیا کی بیشمار مختلف چیزوں سے وابستہ کر رکھا ہے' اس طرح اس کی طاقت بکھر جانے کی وجہ سے اس جذبہ کا کوئی نمایاں اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ چنانچہ جن لوگوں نے دنیا کی پرکشش چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے اس جذبہ کو وابستہ کیا تو اس سلسلہ کی ان کو نمایاں ترقیاں حاصل ہوتی ہیں لیکن یہ محبت اور محبوب اس قدر گھٹیا ہوتے ہیں کہ ان چیزوں سے محبت کرنے والوں کو کوئی عشاق کے نام سے نہیں پکارتا۔

کسی انسان کی محبت

ہاں بعض لوگوں نے مخلوق میں سے اشرف المخلوقات یعنی انسان کے کسی ایک فرد سے محبت کی تو اس محبت میں کافی ترقی ہوئی کیونکہ انسان میں محبت کرنے کی وجوہات حسن وکمال وغیرہ دیگر ساری مخلوق سے زیادہ پائی جاتی ہیں اور خود ان معشوقوں میں بھی محبت کا مادہ پایا جاتا ہے۔ وہ بھی عاشق کے جذبہ عشق کو اپنی طرف مقناطیس کی طرح کھینچتا ہے۔

عشق اول در دل معشوق پیدا می شود
تا نسوزد شمع کے پروانہ شیدا می شود

یعنی محبت پہلے محبوب کے دل میں ابھرتی ہے' اس لئے عشق اور محبت کے جتنے قصے مشہور ہیں وہ سب انسانی محبت کے ہیں۔ لیلیٰ مجنوں' شیریں وفرہاد وغیرہ کے قصے تو زیادہ شہرت پا

گئے اور ہر شخص کے کان ان سے آشنا ہیں لیکن اس قسم کے بیشمار عشاق اور بھی ہوتے ہیں جن کی شہرت نہیں ہو پاتی۔ ہمارے اس گئے گزرے دور میں بھی ایسے عشاق موجود ہیں۔

ڈیوک آف ونڈسر کی محبت

یہ سچا واقعہ ہے کہ انگلستان کے بادشاہ کے بیٹے ڈیوک آف ونڈسر نے ایک دھوبن کے عشق میں اتنی بڑی بادشاہت پر لات ماردی۔ جس میں کبھی سورج نہ ڈوبتا تھا۔ آج کل چونکہ مادہ کا زمانہ ہے بادشاہت کو چھوڑنا بڑی بات سمجھی گئی اس لئے قصہ مشہور ہو گیا لیکن آئے دن بہت سے آدمی اسی طرح کے عشق میں اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں ان کی شہرت نہیں ہوتی۔

عشق سے ہماری محبت

ہمارے اندر بھی عشق کا یہ مبارک مادہ موجود ہے اور ہم کو عشق سے محبت ہے یعنی خود عشق ہمارا محبوب ہے اور محبت کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ محبّ محبوب کے خلاف کبھی کچھ نہیں سوچتا اس لئے ہم ہمیشہ عشق کی عظمت وشوکت اور قوت وطاقت ہی کے متعلق سننا چاہا کرتے ہیں۔

انسانی محبت سے کیا ملا

لیکن کبھی ہم نے یہ نہیں سوچا کہ ان مخلوق کے عاشقوں نے مخلوق سے عشق کر کے اور اپنے اس مبارک اور زبردست جوہر کو ایک گھٹیا چیز کے لئے صرف کر کے کیا پایا۔ بے شک اس راستہ میں عبرت انگیز قربانیوں کا مظاہرہ ہوا اس عشق سے پیدا شدہ کیفیات مثلاً عزم اور حوصلہ کی بے پناہ قوت اور بلندی، ایثار وقربانی کا جذبہ، تواضع اور خود کو مٹانے کا جذبہ، تکبر اور عجب جیسے خطرناک امراض سے نجات پانا وغیرہ کا ظہور رہا، عشق کی تعریف اور اس کا احترام کیا گیا، لیکن عشق سے پیدا شدہ صفات کے حصول کے بعد خود ان عشاق نے اپنے کو کیا فائدہ پہنچایا یا محبوب نے ان کو کیا دیا سوائے بربادی اور خواری کے کچھ بھی نہ ملا بلکہ خسر الدنیا والآخـــرہ ہوئے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ انہوں نے اپنے اس عظیم الشان جوہر اور اپنے خالق یعنی اللہ کے اس انعام کی قدر نہیں کی اور اس کو اپنے جیسی مادی مخلوق پر صرف کر

دیا جو کہ بہرحال فنا ہونے والی تھی اور ان میں محبت کو ابھارنے اور بھڑکانے والی صفات ناپائیدار اور عارضی اور مجازی تھیں کوئی بھی صفت ان میں اصلی اور پائیدار نہ تھی اس لئے جیسے وہ خود فانی تھیں نتیجہ بھی فانی ہوا۔

عشق بامردہ نباشد پائیدار
عشق را باحی و با قیوم دار

دراصل عشق ومحبت کی حقیقت میں اضطراب وقلق، فقدان سکون اور بے قراری رکھی ہوئی ہے گویا محبت دائمی بے قراری و بے چینی کو چاہتی ہے۔لہذا اس کا متعلق بھی ایسا ہی محبوب ہونا چاہئے جو لازوال اور غیر فانی ہو، جس کی کوئی انتہا اور حد نہ ہو جس کے دیدار سے اور جس کے وصال سے کبھی سیری نہ ہو اور ایسی ذات اور ایسا محبوب صرف ذات باری تعالیٰ اور معبود حقیقی ہے۔لہذا حق تعالیٰ کے سوا کسی سے بھی جس کو بقاء ودوام حاصل نہ ہو جو متناہی اور فانی ہو غیر سرمدی اور محدود ہو۔محبت کو متعلق کرنا ظلم ہے۔اس لئے کہ ظلم کی حقیقت وضع الشئی فی غیر محلہ ہے۔عشاق میں جن خوش نصیبوں کو ہدایت ہوئی۔انہوں نے اپنے عشق کو ہمیشہ باقی رہنے والی چیز یعنی آخرت اور جنت سے وابستہ کیا۔تو وہ دنیا میں بھی کامیاب ہوئے اور آخرت میں بھی سرخرو ہوئے اور نیکوکار ابرار کہلائے۔اصحاب یمین بیشمار ہوئے اور جنہوں نے محبوب حقیقی جل شانہ کی ذات کو مقصود بنایا وہ سابقین مقربین کے زمرہ میں شامل ہوئے۔

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ اور خوبصورت باندی کا واقعہ

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ نے ایک عاشق مجازی کو عشق حقیقی کی طرف دعوت دی جس کا قصہ اس طرح ہے۔حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ بصرہ کی گلیوں میں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک باندی ایسے جاہ وجلال اور حشم وخدم کے ساتھ جا رہی تھی جیسا کہ بادشاہوں کی باندیاں ہوتی ہیں۔حضرت نے اس کو دیکھا تو آواز دے کر فرمایا۔ اے باندی! تیرا مالک تجھے فروخت کرنا چاہتا ہے یا نہیں۔وہ باندی اس فقرہ کو سن کر حیران رہ گئی۔کہنے لگی کیا کہا پھر کہو۔

انہوں نے پھر ارشاد فرمایا۔ اس نے ازراہ تحقیر کہا' اگر فروخت بھی کر دے تو کیا تجھ جیسا فقیر خرید سکتا ہے؟ فرمایا ہاں اور تجھ سے بہتر کو بھی خرید سکتا ہے۔ وہ باندی یہ سن کر ہنس پڑی اور اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس فقیر کو پکڑ کر ہمارے ساتھ لے چلو (ذرا مذاق ہی رہے گا)۔ خدام نے حضرت کو پکڑ کر ساتھ لے لیا جب گھر پہنچے تو اس نے اپنے آقا کو یہ سب قصہ سنایا وہ بھی سن کر بہت ہنسا' جب حضرت کو آقا کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کے دل میں خود بخود حضرت کی ایک ہیبت سی چھا گئی اور پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ اپنی باندی میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس نے پوچھا کہ آپ اس کی قیمت دے سکتے ہیں؟ حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میرے نزدیک اس کی قیمت دو بجھی ہوئی گٹھلیاں ہیں۔ یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔ اس نے پوچھا کہ تم نے یہ قیمت کس مناسبت سے تجویز کی؟ انہوں نے فرمایا کہ اس میں بہت سارے عیب ہیں۔ اگر یہ عطر نہ لگائے تو بدن سے بو آنے لگے اگر بالوں میں تیل نہ لگائے کنگھی نہ کرے تو بال پراگندہ بدنما ہو جائیں' جوئیں ان میں پڑ جائیں اور سر میں سے بو آنے لگے' اگر دانت صاف نہ کرے تو منہ میں سے سڑاند آنے لگے۔ ذرا عمر زیادہ ہو جائے تو بوڑھی ہو جائے گی۔ منہ لگانے کے قابل بھی نہ رہے گی۔ حیض اس کو آتا ہی ہے' پیشاب پاخانہ بھی کرتی ہے۔ ہر قسم کی گندگیاں تھوک سنک رال وغیرہ اس کے بدن سے نکلتے رہتے ہیں۔ رنج وغم کی پریشانیاں اس کو پیش آتی رہتی ہیں خود غرض اتنی ہے کہ یہ محض اپنے غرض کے لئے تجھ سے محبت کرتی ہے۔ محبت اپنی راحت اور آرام کی خاطر تجھ سے الفت جتاتی ہے۔ آج اسے کوئی تکلیف تجھ سے پہنچ جائے تو ساری محبت ختم ہو جائے' انتہائی بے وفا کوئی قول اقرار پورا نہ کرے۔ اس کی ساری محبت جھوٹی ہے' کل کو تیرے بعد کسی دوسرے کے پہلو میں بیٹھے گی اور اس سے بھی ایسی ہی الفت ومحبت کا دعویٰ کرے گی۔

میرے پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے جو اس سے نہایت کم قیمت ہے۔ وہ کافور کے جوہر سے بنی ہوئی ہے اور مشک زعفران کی ملاوٹ سے اس کا خمیر بنا اور پیدا کی گئی ہے۔

اس پر مشک اور کافور لپٹا گیا ہے۔ اگر کھارے پانی میں اس کا لعاب دھن ڈال دیا جائے تو وہ میٹھا ہو جائے اور مردہ سے اگر وہ بات کرے تو زندہ ہو جائے اگر آفتاب کے سامنے اس کی کلائی کر دی جائے تو آفتاب بے نور ہو جائے' اسے گہن لگ جائے۔ اگر وہ اندھیرے میں آ جائے تو سارا گھر روشن ہو جائے اور چمک اٹھے۔ اگر وہ دنیا میں اپنی زیب و زینت کے ساتھ آ جائے تو سارا جہاں معطر ہو جائے۔ اس باندی نے مشک اور زعفران کے باغوں میں پرورش پائی ہے یاقوت اور مرجان کی ٹہنیوں میں کھیلی ہے۔ ہر طرح کی نعمتوں کے خیموں میں اس کا محل سرائے ہے۔ تسنیم (جو جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے) کا پانی پیتی ہے۔ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی' کبھی اپنی محبت نہیں بدلتی۔ اب تم ہی بتاؤ کہ قیمت خرچ کرنے کے اعتبار سے کونسی باندی زیادہ موزوں ہے؟ سب نے کہا وہ باندی جس کی آپ نے خبر دی۔ آپ نے فرمایا۔ اس باندی کی قیمت ہر وقت ہر زمانہ میں ہر شخص کے پاس موجود ہے۔ اس کے بعد شیخ نے اس کو حاصل کرنے کے طریقے بتائے اور حاصل کرنے والے شخص کا دنیا و آخرت میں جو اعزاز ہوتا ہے وہ بتلایا۔ اس کے ساتھ جو جو دوسری نعمتیں ملتی ہیں وہ بتلائیں۔ یہ سن کر آقا نے اس باندی کو آزاد کر دیا اور باندی و آقا دونوں نے اس فانی عیش و عشرت کو چھوڑ کر عشق حقیقی کو اختیار کر لیا۔ اب اس سے بڑے درجہ والے عشق یعنی مقربین کے حال کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ممشاد دینوری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ممشاد دینوری رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت ایک بزرگ ان کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ ان کے لئے جنت ملنے کی دعا کرنے لگے۔ حضرت ممشاد ہنسے اور فرمایا کہ تیس برس سے جنت اپنی ساری زینتوں سمیت میرے سامنے آتی رہی اسے (مکاشفہ میں) میں نے ایک مرتبہ بھی اس کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھا۔ میں تو جنت کے مالک کا مشتاق ہوں۔

حور پر نظر نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست' شناسا تیرا

اور

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

ان واقعات کو پڑھ کر اگر محض دل خوش کر لیا جائے تو کوئی خاص نفع نہیں۔ عشق کا مادہ خود ہمارے اندر بھی موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت خاصہ سے ہمارے اس مادہ کا تعلق بھی اس نے اپنے ذات عالی سے ہی رکھا ہے کیونکہ ہمیں ایمان عطا فرمایا' گویا کہ اپنا عاشق بنایا۔ جس کی اس کے محبوب حقیقی نے اپنے سچے کلام میں خبر بھی دے دی ہے۔ والذین امنو اشد حبا لله یعنی جو لوگ ایمان لائے ان کو اللہ تعالیٰ سے بہت پکا عشق ہے۔

عشق ایمان کے لئے لازم ہے

بہت سی روایات میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو ایمان کی شرط فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ نے سوال کیا۔ یارسول اللہ ایمان کیا ہے؟ ان یکون الله ورسوله احب الیکم مما سواهما یعنی اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) تمام ماسوائے تمہارے نزدیک محبوب ہو جائیں۔

دوسری حدیث میں ہے۔ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین یعنی تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے لئے باپ' اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

ایک اور روایت میں من نفسه بھی آیا ہے یعنی اس کی جان سے بھی زیادہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی ایمان والے کو عشق حقیقی ضرور حاصل ہوگا۔ گویا ایمان دراصل اس عشق کا نام ہے جس سے کوئی مومن خالی نہیں ہوسکتا اور جو اس سے خالی ہو اس کا ایمان ناقص ہے۔ اس کو اسے حاصل کرنا ضروری ہے تا کہ مومن کا حقیقی مصداق بن سکے کیونکہ بغیر عشق کے

ایمان کا کچھ اعتبار نہیں کہ کب ختم ہو جائے۔

شیطان کے کافر ہو جانے کا سبب

شیطان کے کافر ہو جانے کا سبب یہی تھا کہ وہ عشق سے محروم تھا اگر اس کو عشق ہوتا تو وہ اپنے خالق، مالک مربی، منعم اور محسن کے حکم کے سامنے تکبر نہ کرسکتا۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

البتہ اس عشق کے مراتب متفادت ہیں جن میں ادنیٰ درجہ الفت و میلان کا ہے اور انتہائی درجہ جوش ولولہ اور ہیجان کا ہے پھر اس کی کیفیت بڑھتی رہتی ہے اور کسی حد تک بس نہیں۔

خطاب محبوبیت

یہ درجہ صرف محبوب کبریاء ﷺ کو نصیب ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ محبوبیت خاصہ سے نوازے گئے تھے اور نیچے کے مراتب میں جس خوش نصیب کے لئے جتنا مقدر تھا وہ عطا ہوا اور اتنے ہی ان پر عشق کے ایسے احوال طاری ہوئے کہ دیکھنے والے قیس و فرہاد کے قصوں کو بھول گئے۔ ہمیں بھی اپنا حصہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ ہمیں بھی دنیا و آخرت کی لذتیں کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل ہوں اور کسی کو یہ نہیں خیال کرنا چاہئے کہ ہم اس قابل کہاں کہ اللہ کریم کے عشق کا دم بھرنے لگیں اور مقربین کے زمرہ میں داخل ہوں۔ یہ مایوسی ہے اور شیطان کا فریب ہے کہ بندہ کو اس کے رب سے دُور رکھنا چاہتا ہے۔ اللہ کریم نے اپنی رحمت سے مایوسی کو گمراہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ ومن یقنط من رحمۃ ربہ الا الضالون اور گمراہوں کے علاوہ اپنے رب کی رحمت سے کون مایوس ہو سکتا ہے (سورۃ حجر)۔

حسن کی بارگاہ عالی میں عشق

حسن کی بارگاہ میں عشق کو اپنی نارسائی کا شکوہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ حسن سدا

سے عشق نواز اور دوست طلب واقع ہوا ہے۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست
با کریماں کارہا دشوار نیست
ان کے کرم کے ہم نثار، ان کی عطا کا کیا شمار
دے دیا عاصیوں کو بار اپنے حریم ناز میں

بہت ایسے غریب و بیکس، نادار اور پیشہ ور جن کو لوگ حقارت سے دیکھتے تھے۔ باعزت مشائخ بن چکے ہیں حتی کہ ڈاکو اور رہزن بھی جیسا کہ حضرت فضیل بن عیاض قدس سرہ کہ پہلے وہ یہی رہزنی اور غارت گری کیا کرتے تھے مگر عشق کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد سلسلہ اولیاء اللہ کے کبار مشائخ میں سے ہوئے ہیں۔ اسی طرح مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ جن کا قصہ گزشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا ہے یہ بھی بہت بڑے مشائخ میں سے ہوئے ہیں۔ حالانکہ وہ پہلے ایک عام سپاہی تھے اور خاص طور پر شراب پینے کے بہت عادی تھے۔ اپنے توبہ کا واقعہ انہوں نے خود بیاں فرمایا ہے۔

دعوت محبت

اس محبوب نے ہمیں خود اپنے سے محبت کرنے کی دعوت دی ہے کہ پہلے اپنی ذات عالی پر ایمان لانے کا حکم دیا پھر اپنی ان صفات کا اظہار فرمایا جو عشق کا سبب بنتی ہیں یعنی سب سے پہلے روز میثاق میں ہمارے ارواح سے ایک عہد لیا اور ارواح سے سوال فرمایا۔ الست بربکم تو ہم نے جواب دیا تھا، بیشک ہم سب گواہ بنتے ہیں، گواہی اور شہادت کچھ دیکھ کر ہی دی جاتی ہے۔ اللہ پاک کے کلام الست بربکم میں ربوبیت کے انوار موجود تھے کہ کلام اللہ پاک کی ذات کا نور ہے۔ اس سوال کے ساتھ انوار ربوبیت ارواح پر پھیل گئے اور نور خود ظاہر ہوتا ہے اور اپنے غیر کو بھی ظاہر کر دیتا ہے۔ پس اللہ کریم کی صفت ربوبیت کی جب ہماری ارواح پر تجلی ہوئی تو ارواح پر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تفصیل کمال اور اپنے تفصیلی احتیاج و فقر کا انکشاف ہو گیا اور پاک ذات کے کمال جمال اور احسان کا گویا مشاہدہ ہو گیا۔

جس نے ہماری ارواح کو محبت سے مست کر دیا۔ خواجہ مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی
غضب دیکھا وہ چنگاری میری مٹی میں شامل کی
کہیں کون و مکان میں جو نہ رکھی جا سکی اے دل

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جرعہ مے ریخت ساقی الست
برسرایں خاک شد ہر ذرہ مست

یعنی ساقی الست (محبوب حقیقی) نے مے معرفت الست بربکم کا جرعہ اس خاک پر ڈال دیا تھا جس کے فیض سے ابن خاک کا ہر ذرہ مست ہو گیا اور پھر عالم ارواح سے ہمیں انہیں کارنامہ ہائے محبت کے لئے الگ کیا گیا اور آلات محبت ہاتھ' پاؤں' سر' دماغ دیئے تاکہ اپنے بندوں کا اپنی راہ میں گرم بازاری عشق کا مظاہرہ دیکھیں اور محبت کا بیج ہماری جانوں میں وہیں سے بو دیا۔

دل ازل سے ہے کوئی آج کا شیدائی ہے
تھی جو اک چوٹ پرانی وہ ابھر آئی ہے

پھر جو خوش قسمت ارواح اس عہد پر قائم رہے اور ایمان لائے ان کو اپنے مخفی عشق کی اطلاع بھی فرما دی کہ والذین امنو اشد حبا للہ یعنی مومن کو اللہ تعالیٰ سے بہت پکی محبت (اسی کو عشق کہتے ہیں) ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی کل کائنات میں اپنی محبت کے لئے حضرت انسان کو نوازنا تھا۔ اس لئے اس کو اپنی صفات کا مظہر بنایا۔ ولقد کرمنا بنی آدم کا تاج اس کے سر پر رکھا اس کی خلقت کو احسن تقویم کا خطاب دیا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں یعنی غیب کی دونوں قوتوں ظاہر و باطن سے بنایا ہے اور

اس میں ایک غیر مرئی نور رکھا ہے چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ادنیٰ مومن کا نور اگر ظاہر ہو جائے تو یہ چاند اور سورج سب ماند پڑ جائیں پھر اس کی یہ قدر دانی فرمائی کہ خود اس کا خریدار بنا پھر جو جس قدر اس سودے پر قائم رہا اس کو اتنا ہی انعام دیا۔ ابرار یعنی نیک لوگوں کو دنیا و آخرت میں اپنی رضا اور جنت دی اور مقربین کا خود اپنا ہو گیا۔ جس کے مقابلہ میں ہزاروں جنتیں آنکھ اٹھا کر دیکھنے کے قابل نہیں۔ چنانچہ حسب مراتب عام مومنین میں اس وقت بھی عشق کی دبی ہوئی چنگاری اپنی کرامت دکھاتی ہے کہ اس گئے گزرے دور میں ہزاروں عام آدمی اللہ کریم اور اس کے محبوب ﷺ کے نام پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں چاہے دیگر ظاہری اعمال میں شیطان اور نفس کے غلبہ کی وجہ سے غفلت ہو اور وہ محبت کے تقاضوں کے مطابق زندگی نہ گزارتے ہوں۔ مگر جب ایمان سلامت ہے تو محبت کی چنگاری بھی ضرور سلامت ہے کیونکہ ایمان کے لئے عشق لازم ہے اور ایسا عشق ضروری ہے جو کہ اپنے ماں باپ اولاد اور جان تک کے مقابلے پر ہر چیز سے زیادہ محبت کا موجب ہوتا ہے۔

حدیث پاک یہ ہے۔ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے لئے اس کے باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ (بخاری و مسلم)۔

سعادت مند لوگ اور سچی محبت

اور جو سعادت مند لوگ اس چنگاری کو پھونک مار مار کر سلگا لیتے ہیں اور اس جوہر کو ظاہر اور نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یعنی اللہ کریم کی سچی محبت اور صحیح عشق کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ جسے اصطلاح میں ''سلوک'' کہتے ہیں۔ ان کی یہ محبت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ ابتدائی اور بنیادی ضروری تقاضوں یعنی فرض و نفل عبادتوں، نماز، روزہ، طہارت، ذکر و تلاوت اور مجاہدہ میں اس طرح مشغول ہوتے ہیں جیسے کہ اس راستہ کے مشائخ بتاتے ہیں جس کا مفصل بیان ہماری دیگر کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں) اور اللہ کریم کا قرب تلاش

کرتے ہیں۔ تو اس درجہ کو ''جذبۂ خفی'' اور ''سیرالی اللہ'' کہا جاتا ہے اور یہ سلوک کا ابتدائی مرحلہ اور آغاز کہلاتا ہے۔ اس جذبہ کے بغیر اس راستہ میں چلنا ممکن نہیں اور یہی معنی ہیں ارشاد خداوندی کی ''یحبونہ'' کے یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں اور اس درجہ پر سالک کی مواظبت (پابندی پرہیز اور شرائط کی پابندی) کی بنا پر اللہ کریم اس کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اپنی محبت کے راز سے آگاہ فرماتے ہیں اور اس کو اپنا بنا دیتے ہیں تو اس درجہ کو ''جذبۂ جلی'' کہتے ہیں اور یہی اللہ کریم کے ارشاد ''یحبہم'' یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے۔ کا مصداق ہے۔ اس جذبہ تک محبوب دو جہاں ﷺ کی شریعت یعنی مامورات و منہیات (جن کاموں کے کرنے اور نہ کرنے کا حکم ہے) اور مرضیات و مکروہات کی میزان پر پورا اترنے اور شریعت محمدیہ ﷺ کے سانچہ میں ڈھلے بغیر پہنچنا ہرگز ممکن نہیں۔ ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

چنانچہ خود محبوب حقیقی فرماتے ہیں۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اے محبوب ﷺ فرما دو اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (اس لئے کہ اگر میری اتباع کرو گے تو) اللہ کریم تم کو محبوب بنا لے گا۔

اور یہ ایسا راز ہے کہ جس نے اس کا مزہ نہیں چکھا وہ اس سے واقف نہیں ہو سکتا' جب مزہ چکھ لیا تو پھر روز بروز اس کا عشق ترقی کرتا رہے گا۔ کیونکہ اس پر محبوب کی صفات کھلنے سے معرفت بڑھتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کے ''ذکر'' کی بنا پر اس کو رحمت سے یاد فرماتے ہیں۔ فاذکرونی اذکرکم پس تم میرا ذکر کرو میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا۔

اس کو اپنی معیت انس' جان بخش عطا فرماتے ہیں۔ اپنے نور سے اس کے قلب پر نظر فرماتے ہیں۔ پھر وہ نور اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا وہ دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ساتھ اپنے سامنے رکھتا ہے۔ جس کو کیفیت ''احسان''

کہتے ہیں اس حالت کو ''ولایت خاصہ'' کہا جاتا ہے جو کہ قیامت تک جاری رہے گی۔ الحمدللہ اس وقت بھی اس راستہ کے پیشوا حضرات موجود ہیں اور لاکھوں اس راستہ کو طے کر رہے ہیں اور ہزاروں اس دولت سے بقدر نصیب حصہ حاصل کئے ہوئے موجود ہیں۔ اس گروہ کو اولیاءاللہ کہا جاتا ہے۔ جن کی شان میں ارشاد ہے۔ الاان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون' الذین امنو وکانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ' لاتبدیل لکلمات اللہ سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کسی طرح کا خوف ہوتا ہے نہ ہی وہ کوئی غم رکھتے ہیں (یہ ولی وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور (برابر اللہ سے) ڈرتے رہے انہی کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس کسی کو اس دولت سے حصہ ملا۔ وہ سب کے سب کمال کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہیں۔ ہاں بقدر نصیب و استعداد حصہ ضرور ملتا ہے اور روز بروز اس میں ترقی ہوتی رہتی ہے بشرطیکہ وہ اس مبارک راستہ پر قائم رہے اور جو اس مبارک راستہ کے نام سے کسی دوسرے راستہ پر چل رہا ہے چاہے اس راستہ کی رسومات اعمال واشغال کا بھی پابند ہو مگر اس کا رخ کسی دوسرے محبوب ومقصود کی طرف ہو اس کا یہاں ذکر نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اس راستہ کے چلنے والے سب خوش نصیبوں کی حالت اور نوعیت ایک ہی طرح کی ہوتی ہے۔ بلکہ یہ دولت عشق جسے ''تعلق مع اللہ'' یا ''نسب'' کہہ لیں' مختلف رنگوں میں ظاہر ہوگی۔ جیسے ظاہری دولت کے مختلف مظاہر ہوتے ہیں کہ کوئی تو زمین' باغات اور مویشی رکھتا ہے اور کوئی کارخانوں اور ملوں کا مالک ہے' کوئی علوم وفنون میں مقامات حاصل کر کے عزت وجاہ کے بڑے بڑے عہدے حاصل کئے ہوئے ہے۔ اسی طرح باطنی دولت والے بھی مختلف قسموں اور مختلف مراتب کے مالک ہوتے ہیں۔ یعنی ''نسبت'' کے رنگ مختلف ہوتے ہیں کہ کسی نسبت میں محبت وشوق اور وجد کا غلبہ ہوتا ہے' کسی میں خوف کا' کسی میں فنا کا اور کسی میں بقا کا لیکن اس اختلاف کے باوجود مرجع سب کا ایک ہی ہوتا ہے کہ ارتباط باللہ

تعالیٰ۔ جس کا نتیجہ بھی ایک ہی ہوتا ہے کہ مالک ومحبوب کو حاضر وموجود جان کر حیاوشرم کے ساتھ بندہ کا مطیع رہنا یعنی تقویٰ تواضع وعبادت کی رغبت اور معصیت سے نفرت کا ظہور ساری زندگی میں ظاہر ہونا۔ ؎

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

عشاق کے احوال

ان عشاق میں جواحوال عام طور پر مشترک ہوتے ہیں ان کا مختصر بیان اس طرح ہے۔

اول رذائل کا دور ہونا

اس راستہ میں ترقی کے جو مواقع ہیں جن کو رذائل کہتے ہیں اور یہی حجابات ہیں یہ سب دور ہوجاتے ہیں۔

شادباش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما
عشق آں شعلہ ست کو چوں بر فروخت
ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

دوم معیت الٰہی

شدت عشق معیت الٰہی کا سبب بن جاتی ہے کیونکہ جذب کی قوت سے ظلمانی اور نورانی پردے جو مشاہدہ میں مانع تھے وہ چھٹ جاتے ہیں اور والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستے ضرور دکھادیا کرتے ہیں۔ فرمایا فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا' کے مطابق ضرور مشاہدہ جمال لایزال حضرت ذوالجلال کا میسر آتا ہے اور قرب ومعیت کا رنگ جس کو وصال بھی کہتے ہیں ظاہر ہوجاتا ہے اور ہم کلامی اور سرگوشی کی نعمتیں بھی ہاتھ آجاتی ہیں

پریشانی الفت سے اور وحشت انسیت سے بدل جاتی ہے۔

سوم فنائیت

تیسرا درجہ یہ ہے کہ فنائیت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے ان میں سے ایک کی مثال یہ سمجھئے کہ جس طرح لوہے کے ٹکڑے کو آگ میں ڈال دیتے ہیں اور آگ کے شعلے بھڑک کر ہر طرف سے اس کو احاطہ کر لیتے ہیں بلکہ آگ کے اجزاء لطیفہ بھی اس لوہے کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔حتیٰ کہ اس کی شکل وصورت اور رنگ کو بھی اپنا جیسا بنا لیتے ہیں اور سوزش وگرمی اوراحراق (جلان) جو آگ کی خاصیت ہے۔وہ بھی اس لوہے کے ٹکڑے کو بخش دی جاتی ہے اور اس وقت وہ لوہے کا ٹکڑا آگ کے انگاروں کی شمار میں آجاتا ہے لیکن نہ اس وجہ سے کہ وہ لوہا اپنی حقیقت کو چھوڑ کر خاص آگ بن گیا کیونکہ یہ صراحتہً باطل ہے بلکہ یہ ٹکڑا لوہا ہی ہے مگر آگ کے غلبہ کی وجہ سے اس کا لوہا ہونا اپنے آثار سمیت بالکل چھپ گیا اور جو آثار و احکام آگ پر مرتب ہوتے ہیں وہ اس لوہے کے ٹکڑے پر ظاہر ہو گئے لیکن فی الحقیقت وہ ناری آثار اب بھی آگ ہی پر مرتب ہو رہے ہیں۔جس نے لوہے کے ٹکڑے پر احاطہ کیا ہوا ہے گو ظاہر میں وہ آثار لوہے کے ٹکڑے کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں۔حدیث قدسی میں بندہ کے اس مقام کا ذکر آیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب بندہ کو اس کی کثرت سے نفل نمازوں اور نفلی عبادتوں کی وجہ سے میں اپنے قرب کا مرتبہ عطا فرماتا ہوں تو کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصربہ ویدا التی یبطش بہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔

مقام فنا والوں کا حال

اس مقام میں بعض وقت کرامات خوارق اور قوی تاثیریں ظاہر ہوتی ہیں۔دعائیں قبول ہوتی ہیں اور بلائیں دور ہوتی ہیں چنانچہ اسی حدیث قدسی میں ہے کہ اگر وہ بندہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اس کا دوں گا اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں ضرور اسے پناہ دوں

گا۔ مذکورہ بالا حدیث میں یہ بھی ہے۔من عادیٰ لی ولیا آذنته بالحرب جس نے میرے ولی سے دشمنی کی تو میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔

وسعت ادراک

پھر جب اس عاشق کو یہ ترقی نصیب ہوتی ہے تو اس کی وسعت ادراک کو بے حد فراخی حاصل ہو جاتی ہے اور ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم کا راز سمجھ جاتا ہے۔

جسم خاک از عشق بر افلاک شد
کوہ بر رقص آمد و چالاک شد
عشق جان طور آمد عاشقا
طور مست و خر موسیٰ صعقا

قبولیت و مقبولیت

اس کے بعد اور ترقی ہوتی ہے اور سالک کو اور متعدد مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے شکر، شجاعت، سخاوت، توکل اور رضا وغیرہ اور نیک بندوں کے دلوں میں اس کی مقبولیت نازل ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے۔اذا احب اللہ عبدا نادیٰ جبریل انی احب فلانا فاحبه فیحبه جبریل ثم ینادی فی السماء الیٰ ان قال حتیٰ یوصنع له القبول فی الارض اعلان تمام آسمانوں میں کر دیتے ہیں حتیٰ کہ زمین میں بھی اس کے واسطے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

یہ سب انعامات تو عاشق کو دنیا میں ملتے ہیں۔ پھر جب آخرت کا سفر شروع ہوتا ہے تو جان نکلنے کا انتہائی سخت معاملہ اس کے ساتھ انتہائی آسان طور پر یوں ہوتا ہے۔

عاشق کی موت کا منظر

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ قادر و کریم جب کسی بندہ سے خوش ہوتے ہیں، تو ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ فلاں بندہ کی روح لے آؤ تا کہ میں اس کو راحت و آرام

پہنچاؤں۔اس کا امتحان ہو چکا ہے۔میں جیسا چاہتا تھا وہ ویسا ہی کامیاب وکامران نکلا۔ ملک الموت اس کے پاس آتے ہیں (نہایت خوبصورت جوان کی شکل میں نہایت لطیف لباس پہنے ہوئے، خوشبوئیں ان کے جسم ولباس سے مہکتی ہوئیں) اور پانچ سوفرشتے ان کے جلو میں ہوتے ہیں۔ان میں سے ہر فرشتہ اس شخص کو ایک ایسی خوشخبری سناتا ہے جو دوسروں نے نہ دی ہو۔ان کے پاس ریحان کی ٹہنیاں اور زعفران کی جڑیں ہوتی ہیں۔وہ سب دو قطاروں میں صف بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کریم ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میرے فلاں دوست کے پاس جاؤ اور اس کی روح لے آؤ میں نے اس کا خوشی اور غمی دونوں میں امتحان لے لیا وہ ایسا ہی نکلا جیسا میں چاہتا تھا۔اس کو لے آؤ تاکہ دنیا کی مشقتوں سے اس کو راحت مل جائے۔ملک الموت پانچ سوفرشتوں کی جماعت کے ساتھ اس کے پاس آتے ہیں۔ان سب کے پاس جنت کے کفن ہوتے ہیں۔ان کے ہاتھوں میں ریحان کے گلدستے ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک گلدستہ میں بیس رنگ کے پھول ہوتے ہیں اور ہر رنگ کے پھول میں نئی خوشبو ہوتی ہے اور ایک سفید ریشمی رومال میں مہکتا ہوا مشک ہوتا ہے۔ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور فرشتے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اس کے ہر عضو پر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں اور یہ مشک والا رومال اس کی تھوڑی کے نیچے رکھتے ہیں اور جنت کا دروازہ اس کے سامنے کھول دیتے ہیں۔اس کے دل کو جنت کی نئی نئی چیزوں سے بہلایا جاتا ہے۔جیسا کہ بچہ کو رونے کے وقت اس کے گھر والے مختلف چیزوں سے بہلایا کرتے ہیں۔کبھی جنت کی حوریں سامنے کر دی جاتی ہیں، کبھی وہاں کے پھل، کبھی عمدہ عمدہ لباس غرض مختلف چیزیں اس کے سامنے کی جاتی ہیں۔اس کی حوریں خوشی سے کودنے اچھلنے لگتی ہیں ان سب منظروں کو دیکھ کر اس کی روح بدن میں پھڑکنے لگتی ہے اور ملک الموت اس سے کہتا ہے۔

اے مبارک روح چل ایسی بیریوں کی طرف جس میں کانٹا نہیں اور ایسے کیلوں کی طرف جو تہہ بتہہ لگے ہوئے ہیں ایسے سایہ کی طرف جو نہایت گھنا اور وسیع ہے اور لطیف پانی

کے چشمے بہہ رہے ہیں۔

یہ صرف چند منظروں کی طرف اشارہ ہے جو قرآن پاک کی سورۃ واقعہ کی آیات شریفہ میں ذکر کی گئی ہیں اور ملک الموت ایسی نرمی سے بات کرتا ہے جیسا کہ ماں اپنے بچہ سے پیار سے باتیں کرتی ہے۔ صرف اس لئے کہ اس کو یہ بات معلوم ہے کہ یہ روح اللہ کریم کے ہاں مقرب ہے۔ فرشتے اس روح کے ساتھ اس مہر و محبت اور لطف سے اس لئے پیش آتے ہیں کہ اللہ کریم ان فرشتوں سے خوش ہوں۔ وہ روح بدن سے ایسی سہولت سے نکلتی ہے جیسے آٹے میں سے بال نکل جاتا ہے۔ جب روح نکل جاتی ہے تو فرشتے اس کو سلام کرتے ہیں اور جنت میں داخل ہونے کی بشارت دیتے ہیں۔ جیسے قرآن پاک کی سورۃ نحل میں ذکر فرمایا ہے اور اگر وہ مقرب بندوں میں ہوتا ہے تو سورۃ واقعہ میں اس کے متعلق ارشاد ہے۔ فروح وریحان وجنۃ نعیم اس کے بعد وہ پانچ سو فرشتے میت کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور جب نہلانے والا اس کو کروٹ دیتا ہے تو فرشتے فوراً اس کو کروٹ دینے لگتے ہیں اور جب کفن پہناتا ہے تو وہ اپنا جنت سے لایا ہوا کفن اسے پہلے پہنا دیتے ہیں۔ وہ خوشبو لگاتا ہے تو فرشتے پہلے اپنی لائی ہوئی خوشبو مل دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اس کے دروازے سے قبر تک دونوں جانب قطار لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے جنازہ کا دعا اور استغفار کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔

یہ سارے منظر دیکھ کر شیطان اس قدر زور زور سے روتا ہے کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹنے لگتی ہیں اور اپنے لشکروں سے کہتا ہے تمہارا ناس ہو، تم سے کس طرح چھوٹ گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ گناہوں سے محفوظ تھا۔ اس کے بعد جب ملک الموت اس کی روح لے کر اوپر جاتے ہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔ یہ فرشتے اللہ کریم کی طرف سے بشارتیں دیتے ہیں اس کے بعد جب ملک الموت اسے لے کر عرش تک جاتے ہیں تو وہ روح وہاں پہنچ کر سجدہ میں گر جاتی ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہوتا ہے کہ بندہ کی روح کو فی سدر مخضود وطلح منضود میں پہنچا دو۔

عاشق کی قبر کے اندر کا منظر

اور جب اس کی نعش قبر میں رکھی جاتی ہے تو اس کی نماز اس کی دائیں طرف کھڑی ہو جاتی ہے اور روزہ بائیں طرف کھڑا ہو جاتا ہے اور جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے جو قدم اٹھائے تھے وہ پاؤں کی طرف کھڑے ہو جاتے ہیں اور مصائب پر صبر اور گناہوں سے دور رہنے کی پابندیوں پر صبر' قبر کی ایک جانب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد عذاب اس میت کی قبر میں اپنی گردن نکالتا ہے اور میت تک پہنچنا چاہتا ہے تو وہ اگر دائیں طرف سے آنا چاہتا ہے تو نماز اس کو روکتی ہے کہ پرے ہٹ اللہ کی قسم ہمیشہ مشقت اٹھاتا رہا ہے ابھی ذرا راحت سے سویا ہے' پھر وہ بائیں طرف سے آتا ہے تو تلاوت و ذکر اس کو روک دیتے ہیں کہ ادھر سے تیرا راستہ نہیں۔ غرض وہ جس جانب سے قریب جانا چاہتا ہے اس کو راستہ نہیں ملتا۔ اس لئے کہ اللہ کے دوست کو ہر جانب سے عبادتوں نے گھیر رکھا ہے وہ عذاب عاجز ہو کر واپس چلا جاتا ہے اس کے بعد صبر جو ایک کونہ میں کھڑا تھا۔ ان عبادتوں سے کہتا ہے کہ میں اس انتظار میں تھا کہ اگر کسی جانب کمزوری (عبادت میں کسی قسم کی) ہو تو میں اس جانب مزاحمت کروں گا۔ مگر الحمدللہ تم سب نے مل کر اس کو دفع کر دیا۔ اب میں محشر کے ترازو میں اعمال کے تلنے کے وقت اس کے کام آؤں گا۔ اس کے بعد وہ فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ جن کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی ہیں' آواز بادلوں کی طرح گرجدار ہوتی ہے' ان کے دانتوں کی کچلیاں گائے کے سینگوں کی طرح نکیلی ہوتی ہیں' ان کے منہ سے سانس کے ساتھ آگ کی لپٹیں نکلتی ہیں' بال اتنے لمبے کے پاؤں تک لٹکے ہوئے' نرمی گویا ان کے پاس سے بھی نہیں گزری۔ انہیں ''منکر نکیر'' کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک بھاری گرز یعنی ہتھوڑا ہوتا ہے' وہ مردہ سے کہتے ہیں۔ بیٹھ جا' مردہ ایک دم بیٹھ جاتا ہے اور کفن اس کے سر سے نیچے سرک کر کمر تک آ جاتا ہے۔ وہ سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرے نبی کا کیا نام ہے؟ وہ مردہ کہتا ہے میرا رب اللہ کریم ہے' میرا دین مذہب اسلام ہے' میرے نبی محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ وہ دونوں کہتے ہیں تم نے صحیح جواب

دیا ہے۔ اس کے بعد وہ قبر کی دیواروں کو سب طرف سے ہٹا دیتے ہیں۔ جس سے وہ کھل جاتی ہیں۔ دائیں بائیں سرہانے پائتی چاروں طرف سے بہت وسیع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں اوپر سر اٹھاؤ' مردہ جب سر اٹھاتا ہے تو اس کو ایک دروازہ نظر آتا ہے۔ جس میں سے جنت نظر آتی ہے وہ کہتے ہیں اے اللہ کے دوست وہ جگہ تمہارے ہمیشہ رہنے کی ہے۔ اس وجہ سے کہ تم نے اللہ کی عبادت و اطاعت میں زندگی بسر کی ہے۔ محبوب دوجہاں ﷺ فرماتے ہیں کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس میت کو اس وقت ایسی خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی اس کے بعد وہ فرشتے کہتے ہیں کہ پاؤں کی طرف دیکھو' وہ دیکھتا ہے تو جہنم کا ایک دروازہ نظر آتا ہے۔ وہ فرشتے کہتے ہیں۔ اے اللہ کے دوست تم نے اس دروازے سے نجات پائی اس وقت بھی مردہ کو اس قدر خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی۔ اس کے بعد اس قبر میں ستر دروازے جنت کی طرف سے کھل جاتے ہیں اور قبر خوب کشادہ ہو جاتی ہے۔ جنت کی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں قبر میں آتی رہتی ہیں اور قیامت تک یہی کیفیت باقی رہتی ہے (قبر کے مذکورہ حالات عالم برزخ میں گزرتے ہیں عالم برزخ کے حالات عقلی طور پر سمجھنے کے لئے عالم برزخ کو سمجھنا چاہئے)۔

عالم برزخ کی مختصر وضاحت

مرنے کے بعد تین منزلیں آنے والی ہیں۔ پہلی منزل مرنے کے وقت سے لے کر قیامت تک کی ہے۔ اسے عالم برزخ کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد آدمی کا مادی جسم چاہے زمین میں دفن کیا جائے اور گل سڑ کر مٹی میں مل جائے' چاہے ملا کر راکھ کر دیا جائے' چاہے سمندر میں ڈوب جائے اور سمندر کی مچھلیاں اسے کھا جائیں' چاہے جنگل کے آدم خور درندے اور پرندے اس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا جائیں۔ لیکن اس کا مثالی جسم اور روح کسی صورت میں فنا نہیں ہوتی' صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ ہمارے اس دنیا سے منتقل ہو کر ایک دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے۔ جو ہم سے غائب ہے۔ صرف صحیح حدیثوں اور سچی خبروں کی وجہ سے ہمارا اس عالم پر ایمان ہے۔ مرنے والے عذاب اور ثواب اسی عالم میں ہوتا ہے۔

ہمیں اگرچہ وہ عذاب یا ثواب محسوس نہیں ہوتا جیسا کہ سونے والے پر عالم خواب میں راحت و تکلیف وغیرہ کے مختلف معاملات پیش آتے ہیں اور اس کے پاس جاگنے والے کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔

عالم مثال اور اجسام مثالیہ

جیسا ہمارا مادی اور گوشت پوست کا جسم ہے۔ بالکل ایسا ہی ایک مثالی جسم ہے۔ یوں سمجھیں جیسے ہم کسی قد آدم آئینہ کے سامنے یا آئینہ خانہ (شیش محل) میں کھڑے ہوں تو اس آئینہ یا آئینہ خانہ میں ہمارا عکس پڑتا ہے اور بعینہ اس جسم مادی کی مثال ہمارے سامنے ہوتی ہے۔ ہمارے اعضاء کی تمام ترحرکات وسکنات اور مسرت وخوشی یا غم واندوہ کی تمام جسمانی و روحانی کیفیات اس عکس میں نمایاں ہوتی ہیں۔ ہمیں آواز سنائی نہیں دیتی۔ عارفین (ارباب باطن) اور اہل اللہ آوازیں بھی سنتے ہیں۔ یہ صرف سمجھنے سمجھانے کے لئے ایک مثال ہے ورنہ درحقیقت وہ عالم مثال ہی اصل ہے اور ہمارا یہ جسم مادی اس کا عکس ہے۔ والعلم عنداللہ

عاشق میدان حشر میں اور جنت کا منظر

اس کے بعد قیامت اور حشر کا میدان ہوگا۔ اس میں بھی ان حضرات عشاق کے ساتھ خصوصی اعزازات ہوں گے۔ مثلاً اتنے سخت دن میں کہ آفتاب سوا نیزے پر ہوگا اور مخلوق پسینہ میں غرق ہوگی ان حضرات کا عرش کے سایہ میں مزے کرنا اور پھر بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہونا۔

عشاق کا پل صراط سے گزرنا

مثنوی شریف میں لکھا ہے کہ عشاق جب پل صراط سے گزر کر جنت میں پہنچ جائیں گے تو فرشتوں سے پوچھیں گے کہ اے فرشتو! پل صراط تو جہنم کے اوپر لگائی گئی تھی اور ہر شخص کو جہنم کے اوپر سے گزرنا تھا' لیکن ہم نے تو وہ جہنم دیکھی تک نہیں۔ اس پر فرشتے یاد دلائیں گے کہ راستہ میں جو فلاں رنگ کے پھولوں والا باغ تھا جہاں خوشبودار ٹھنڈی ہوا آرہی تھی

وہی جہنم تھی۔ تم لوگوں نے چونکہ دنیا میں اپنے ملکات بدل دیئے تھے یعنی غصہ کو حلم سے شہوت کی آگ کو عفت سے بخل کو سخاوت سے علیٰ ہذا القیاس اپنے تمام بشری ناری ملکوت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نور سے بدل لیا تھا اس لئے مالک کائنات نے بھی اپنے غضب یعنی جہنم کی آگ کو تمہارے لئے گلزار بنا دیا۔

جنت میں رہنے کی تفصیلات

پھر جنت میں جس طرح ہمیشہ رہنا ہوگا اس کی بطور نمونہ کچھ تفصیل قرآن پاک کی چند آیات میں اس طرح بیان کی گئی ہے۔ ''بے شک نیک لوگ جنت کی بڑی نعمتوں میں ہوں گے، مسہریوں پر بیٹھے ہوں گے جنت کے حسین مناظر دیکھتے ہوں گے۔ اے مخاطب! تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی شادابی اور تروتازگی محسوس کرے گا۔ ان کے پینے کے لئے خالص سربمہر شراب جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی، ملے گی (ایک دوسرے پر آخرت کے امور میں) حرص کرنے والوں کو ایسے ہی مرتبے اور مقام کے حاصل کرنے پر حرص کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ نعمتیں حسب مراتب کسی کو زیادہ ملتی ہیں اور کسی کو کم، کیونکہ اس کا ملنا اعمال حسنہ اور اخلاق فاضلہ پر موقوف ہے اس لئے ان اعمال حسنہ اور اخلاق فاضلہ الہیہ میں ایک دوسرے سے سبقت کی حرص کرنی چاہئے تا کہ یہ نعمتیں حاصل ہوں اور اس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی۔ تسنیم جنت کا ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ ہی (پانی) پیتے ہیں''۔ یعنی اس چشمہ کا پانی مقرب لوگوں کو تو خالص ملے گا اور نیک لوگوں کی شراب میں اس میں سے تھوڑا سا پانی ملا کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد مزید آیات کا ترجمہ پڑھیں (وہاں) بڑی اونچی اونچی مسہریاں جن پر فرش بچھے ہوئے ہیں، ایسے فرش جو بہت بلند ہیں (الواقعہ) اس کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے، وہ لوگ سبز مشجر اور عجیب وغریب خوبصورت کپڑوں (کے گاؤ تکیوں) پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ اللہ کا دوست ان مسہریوں پر سے ایسے دو چشموں کو دیکھے گا جو دو باغوں میں جاری ہوں گے (الرحمٰن) ان دو باغوں میں ہر قسم کے میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی (گویا کہ ایک ہی قسم کے میوے کے دو مزے ہوں گے) (الرحمٰن)۔ نہ ان

کی کوئی روک ٹوک ہوگی (الواقعہ)۔ وہ لوگ پسندیدہ زندگی میں بہت بلند مقام پر جنت میں ہوں گے (الحاقہ)۔ ایسے عالی مقام جنت میں ہوں گے جہاں کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے اور اس میں اونچے اونچے تخت بچھے ہوئے ہوں گے اور سب طرف قالین ہی قالین پھیلے ہوں گے (غاشیہ)۔ وہ لوگ سایوں اور چشموں میں رہتے ہوں گے (المرسلات)۔ اس جنت کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہوں گے' اس کا سایہ بھی ہمیشہ رہنے والا ہوگا (رعد)۔

ایک حدیث قدسی میں ہے۔ عن ابی هريره رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم قال الله تعالىٰ اعددت لعبادی الصالحين ما لا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر فاقراؤا ان شئتم فلا تعلم نفس ما اخفى لهم من قرة اعين حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کریم فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے (جنت) میں ایسی ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا خیال بھی آیا ہوگا (پھر رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ اس بات کی تائید کے لئے قرآن کریم کی آیت) تمہارا جی چاہے تو پڑھ لو (مشکوٰۃ ۴۹۵ از بخاری و مسلم) مزید تفصیل ہماری کتاب ''جنت اور اہل جنت'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

جن نعمتوں کا نام لے کر خبر دی گئی ہے یہ تو صرف بطور نمونہ بیان کی ہیں اور اس بیان میں بھی دنیاوی چیزوں کے ساتھ حرف نام کی مشابہت و مشارکت ہے۔ آخرت کی نعمتوں کو تو یہاں سمجھا بھی نہیں جا سکتا۔ جیسے بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو' اگر اس کے سامنے کوئی دنیا کی وسعت اور یہاں کی چیزوں کا ذکر کرے کہ چند روز میں تم ایسی جگہ جاؤ گے تو اس کی سمجھ سے یہ باتیں بالاتر ہوں گی۔ حالانکہ ماں کے پیٹ اور دنیا میں تو پھر بھی کچھ نسبت ہے اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو تو کچھ بھی نسبت نہیں' آخرت تو غیر محدود ہے۔ اس کے مقابلہ میں اس

دنیا کی حیثیت خواب سے بھی کم ہے۔ سبحان اللہ بندہ کی عقل پر کیسے کیسے حجابات اور پردے پڑے ہوئے ہیں کہ دنیا کا تو یقین ہے اور ساری ہمت اس کے لئے صرف کرتا ہے، مگر آخرت پر سرسری ایمان سے زیادہ نہیں۔ نہ اس کے لئے کچھ کرتا ہے نہ ہی کچھ قربانی دیتا ہے۔ حالانکہ نہ دنیا میں قربانی دیئے بغیر کچھ ملتا ہے نہ آخرت میں۔ اب تو آپ کو اللہ جل وعلا سے محبت و عشق کرنے کے فائدے معلوم ہو گئے کہ محبت کرنے والے اعمال اختیار کر کے اور اپنے دل میں محبت پیدا کرنے کے بعد کیا کچھ ملتا ہے۔ یعنی محبت کر کے خود اس کی ذات میں کیا کیا کمالات حاصل ہوتے ہیں۔ پھر اس کی موت کیسے ہوتی ہے۔ پھر ہمیشہ ہمیشہ کی آخرت کی زندگی کیسے عیش میں گزرتی ہے۔ اس کے لئے اگر اس حقیر اور فانی زندگی کی خوبیوں کی کوئی پرواہ نہ کی جائے بلکہ اس کو آخرت پر قربان ہی کر دیا جائے تو نفع ہی نفع ہے۔

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

ایمان والوں کی دنیاوی زندگی

مگر چونکہ ہماری محبت ابھی تک عشق کے درجہ میں نہیں۔ ہمارا ایمان و یقین کمزور ہے اس لئے آخرت جو یقین ہی یقین ہے۔ اس کے ابدی عیش کی قرآن سے تفصیلات سن کر بھی ہم اس کے لئے عملی طور پر کچھ قربانیاں دینے کی ہمت نہیں کرتے اور اس فانی اور دھوکہ اور خواب جیسی دنیاوی زندگی کا کچھ بھی نقصان کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ یہ تو نقد ہے سامنے ہے۔ اس کا یقین ہے اور آخرت کا یقین ابھی یقین کے درجہ میں نہیں پہنچا۔ لہذا ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ نے عشق کا راستہ اختیار کیا تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی اس پیاری دنیاوی زندگی کا بالکل کوئی نقصان نہ ہوگا بلکہ وہ حقیقت میں دوسروں سے ہزار گنا اچھی ہو جائے گی، کیونکہ یہ تو سب کا ایمان ہے کہ دنیا و آخرت کا ایک ہی خدا ہے۔ اسی کے قبضہ میں دنیا بھی ہے اور آخرت بھی اگر وہ خوش ہو گیا تو پہلے وہ دنیا میں ہمیں چین و راحت اور سکون واطمینان دے گا۔ پھر آخرت میں مزید انعامات سے نوازے گا۔ مگر افسوس اتنی سے بات کو بھی ہمارا دل

پوری طرح نہیں مانتا۔ صرف اس لئے کہ اکثر و بیشتر یہ ہے کہ دنیادار کامیاب اور اللہ تعالیٰ کے عاشق ناکام نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ محض نظر کا دھوکا ہے۔ اس لئے ہم عشاق کی دنیاوی عیش دنیاوی عزت و کامیابی کو عقلی طور پر بیان کرتے ہیں کیونکہ عقلی بات کو کمزور ایمان والا بھی مانتا ہے۔ ابھی تو ایمان کمزور ہے غیب پر یقین تو یقین کا درجہ حاصل ہونے کے بعد ہوگا لیکن مشاہدہ پر یقین ہونا تو قدرتی بات ہے مگر اس مشاہدہ کی صورت و حقیقت اور اس کے ظاہر و باطن میں فرق کا ہونا ہر عقل والے کے نزدیک مسلم اور ضروری ہے بلکہ یہ فرق بھی مشاہدہ ہی کی طرح ہے اور اسی لحاظ سے ہم مشاہدہ کا معیار مقرر کرتے ہیں۔ زہریلے جانور کے ڈسے ہوئے سرخ اور پھولے ہوئے جسم کو کوئی صحت مند نہیں کہتا حالانکہ اس کا موٹاپا اور سرخی آنکھوں سے نظر آتی ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ دراصل اس کی وجہ مرض ہے اس لئے کہ سب کے نزدیک باطن اور حقیقت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اسے مریض ہی گنا جاتا ہے اس کی سینکڑوں مثالیں ہوسکتی ہیں۔

اب عشاق کی دنیاوی زندگی پر عقلی طور پر غور کرو جن میں اکثر کی ظاہری حالت تنگی، بیماری، ناداری وغیرہ کی نظر آتی ہے مگر وہ اپنے اندر عشق سے پیدا شدہ حالات و کیفیات میں سرشار اور مگن ہوتے ہیں۔

ضعیف محبت و ضعیف ایمان والے

ایمان والوں میں ایک بڑا طبقہ تو وہ ہے جو غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ ان کی تو عملی حالت سے نفاق کا شبہ ہوتا ہے لیکن وہ اعتقادی طور پر منافق نہیں ہے۔ ان کی زندگی میں ان کے اعمال و جذبات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک مع اس کی صفات کے اور موت پر اور آخرت کی زندگی پر ایمان بہت کمزور درجہ کا ہے۔ وہ خود بھی اس کمزوری کو محسوس کرتے ہیں اور ان کے اندر جو محبت کی چنگاری دبی ہوئی ہے، اس کو روشن کرنا چاہتے ہیں تاکہ محبت کے تقاضوں پر عمل کر کے عملی حالت ایمان کے مطابق ہو جائے یعنی عملی نفاق دور ہو جائے اور وہ مخلص کامل مومن اور سچے عاشق بن جائیں۔

اولیاء اللہ اور مشائخ

تیسرا طبقہ جو سب سے اعلیٰ ہے، جن کو مقربین بارگاہ الٰہی، اولیاء اللہ اور مشائخ کہتے ہیں۔ دنیا الحمدللہ تعالیٰ ان سے بھی خالی نہیں۔ مگر ان کی تعداد بہت ہی کم ہے اور ہمیشہ کم ہی رہی ہے۔ اس طبقہ میں داخل ہونا بہت زیادہ قربانیاں اور مجاہدے چاہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل شامل حال ہو۔ تب جا کر آدمی اس مقام پر پہنچتا ہے۔ عام طور سے دوسرے طبقہ کے حضرات ہی ترقی کر کے یہاں پہنچتے ہیں۔ ان کو کسی ترغیب کی ضرورت نہیں ہوتی نہ شوق ہمت دلانے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ان کے اندر عشق پیدا ہو چکا ہے وہ خود ہی سب کچھ کروالیتا ہے۔ ؎

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

لہذا یہاں صرف دوسرے طبقہ کی حالت عرض کرنی ہے تاکہ ان کا حال معلوم ہو کر پہلے طبقہ کو ترغیب ہو اور وہ اپنی غفلت، خسارہ اور دھوکہ کی حالت کو چھوڑ کر سعادت کے راستہ پر آئیں۔ دوسرے طبقہ یعنی سچے مومنین، نیک لوگوں کی موت اور پھر آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کا مختصر حال تو پہلے عرض کر دیا ہے۔ اب دوسرا طبقہ یعنی عشاق کی دنیاوی زندگی کا حال بنظر حقیقت دیکھیں۔

سچے مومن کی دنیاوی حالت، اللہ تعالیٰ پر ایمان

پہلے ان کی قلبی اور ایمانی حالت کو ایک دفعہ پھر ذہن میں مستحضر کرلیں جس کی وجہ سے ان کی دنیاوی زندگی خوشگوار ہوتی ہے۔ اول یہ کہ محبت والا اپنے آقا و محبوب کو یکتا و یگانہ اور موجود اور حسن و کمال میں بے مثال، نہایت احسان کرنے والا، بہت کریم و شفیق اور حکمت والا، محبت کرنے والا، محبت کو قبول کرنے والا سمجھتا ہے اور اس کو اپنے ساتھ حاضر و ناظر اور اپنے کاموں میں ایسا شریک کہ اصل میں وہی سب کچھ کرنے والا ہے۔ سمجھتا ہے اور یہ شخص دنیا و آخرت کے سارے چھوٹے بڑے کاموں میں تنہا اسی کو اپنا کارساز سمجھتا ہے اور کہتا

ہے۔

کارساز ما بسا زوکار ما

فکر مادر کا رما آزار ما

دوسرے یہ کہ اس شخص کو یقین ہوتا ہے کہ اس کا محبوب اس کو دیکھ رہا ہے۔ اس کی دعائیں سنتا ہے اور دعاؤں سے خوش ہوتا ہے اور ان دعاؤں کو اس طرح پورا کرتا ہے جس میں بندہ کا بھلا ہی بھلا ہو اور اس محبوب بندہ کے مخالفوں اور دشمنوں سے ناراض ہوتا ہے اور ان سے خود اس کی طرف سے بدلہ لیتا ہے اور اس بندہ کی عزت و مقبولیت مخلوق کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

یقین والے عاشق کی عبادت کا درجہ

اس بندہ کی اس احسانی کیفیت کی وجہ سے اس کی تمام عبادت میں اخلاص کا وہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی عبادت نماز' روزہ' صدقات وغیرہ دوسروں سے لاکھوں گنا بڑھ جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق آیا ہے کہ ان کا ایک مد صدقہ بعد والوں کے احد کے برابر صدقہ سے بڑھ کر ہے اور مشائخ کا ارشاد ہے کہ عارف (یعنی احسانی کیفیت والے) کی ایک رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعت سے بڑھ کر ہے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھیں کہ ایک شخص راستہ میں کسی پیاسے کتے کو پانی پلا دیتا ہے اور اسی طرح اتنا ہی پانی کسی بہت بڑے بادشاہ کو پیش کرتا ہے اور وہ بادشاہ اس غریب کا ہدیہ اپنے کرم سے قبول کر لیتا ہے۔ تو وہ بادشاہ اس کو یقیناً اپنی شان کے مطابق بہت بڑا انعام دے گا۔ چاہے کوئی جاگیر ہی دے دے۔ اب دیکھئے عمل تو دونوں جگہ ایک ہی ہے مگر جس کے لئے کیا گیا اس کی نسبت سے اس عمل کی یہ قیمت بڑھے گی۔ یعنی جس کے لئے کام کیا گیا اس کی بڑائی کے مطابق عمل کی قیمت ہوگی۔ مخلوق کتنی بھی بڑی ہو مگر خالق کائنات اللہ قادر و کریم کے مقابلہ میں کالعدم ہے۔ مالک و خالق کی بڑائی تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی' احسان و عرفان کی وجہ سے کام خالص اللہ تعالیٰ کے

لئے ہوگا تو اس کا اجروثواب بھی لاکھوں گنا سے زیادہ ہونا ہی چاہئے۔ احسانی کیفیت کے بغیر پورا اخلاص حاصل نہیں ہوتا۔ کچھ نہ کچھ نفس اپنا حصہ لگا لیتا ہے جس کی وجہ سے بعض وقت وہ بالکل ہی قبول نہیں ہوتا اور بعض وقت اجر بہت کم ملتا ہے۔

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ
سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

عاشق کے دل کی پاکیزگی

تیسرے محبت کی خاصیت کی وجہ سے اس کے دل کے اندر حسد، بغض، کینہ، تکبر وغیرہ کسی سے نہیں ہوتا وہ اپنی روزی صرف اپنے مالک کے ذمہ یقین کرتا ہے اور قناعت وتوکل اختیار کئے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے اور اس بارے میں بلکہ کل امور میں اپنی تدابیر کو محض مالک کا حکم سمجھ کر اختیار کرتا ہے۔ اپنے کام کو مالک کا کام سمجھتے ہوئے پورے فکر سے کرتا ہے لیکن کامیابی وناکامی، نفع ونقصان مالک ہی کا سمجھتا ہے۔ خود اس کے بارے میں بے فکر ہوتا ہے کیونکہ یہ اس کے اختیار اور ذمہ میں نہیں اب غور کرو کہ ایسے بندہ کی زندگی کتنی بے فکری اور راحت کی زندگی ہوگی۔ یہ تو اس کے دل کی حالت ہوگی لیکن جب تک دنیا میں ہے جو کہ کدورت، پریشانی اور دھوکہ کا گھر ہے۔ اس وقت تک اس بندہ کے ظاہر پر دنیا کی ان کدورات، کیفیات واحکام کا اثر ضرور ہوگا جیسا کہ حجر اسود یقیناً جنت کا پتھر ہے۔ جو دنیا میں آیا تو اس کے ظاہر نے دنیا کے اثرات کو قبول کیا اور وہ اس وقت شکل وصورت میں دنیا کے پتھروں جیسا دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت اور اعزاز یہ ہے کہ حدیث پاک میں اس کو یمین اللہ فرمایا گیا ہے یعنی اس کو بوسہ دینا ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کو بوسہ دینا' مصافحہ کرنا' اس کو بوسہ دینا' پیار کرنا' اس کی زیارت کرنا' سب عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا ہے اور آخرت میں اس کی آنکھیں بھی ہوں گی زبان بھی ہوگی۔ وہ اپنے بوسہ دینے والوں کی گواہی بھی دے گا اور چونکہ جنت کا ہے' جنت ہی میں چلا جائے گا۔ جن حضرات کی باطنی آنکھیں ہیں وہ اس وقت بھی اس مین انوار وبرکات دیکھتے ہیں اس کو بوسہ

دے کر روتے ہیں اور حج کے موقعہ پر تو اس کی کشش اور مقبولیت کا منظر قابل دید ہوتا ہے کہ عام مسلمان بھی اس پر اس طرح ٹوٹتے ہیں کہ ہجوم میں اپنی ہڈیاں پسلیاں توڑ لیتے ہیں مگر بوسہ دے کر خوشی سے سرشار ہوتے ہیں۔

محبت والے کے دنیاوی مصائب

اسی طرح محبت والا اللہ والا جو جنتی ہے اس وقت دنیا میں اس کے ظاہری حالت عام دنیاداروں ہی کی طرح کے ہوتے ہیں کہ اس کو بیماریاں تنگیاں تکلیفیں سب پیش آتی ہیں۔ مگر اس کے قلب پر اس کا اثر مطلق نہیں ہوتا۔ وہ ہر وقت مطمئن اور خوش رہتا ہے۔ مثلاً بیماری آئی تو اس کے جسم کو اتنی ہی تکلیف ہوگی جتنی دوسروں کو ہوتی ہے لیکن یہ تو تیسرے درجے کے کامل لوگوں کی حالت ہے ورنہ نمبر دوم کے عشاق کو تو بوجہ مغلوب الحال ہونے کے تکلیف ہی نہیں ہوتی۔ عاشق مجازی ہی کے حال سے سمجھیں کہ کسی کو اپنے محبوب سے ملنے کی عرصہ سے تمنا ہو اور کسی دن وہ اچانک آ کر بغل گیر ہو جائے اور اتنا دبائے کہ پسلیاں ٹوٹنے لگیں اور عاشق تکلیف سے ہائے ہائے بھی کرنے لگے تو اگر وہ محبوب پوچھے کہ آپ کو تکلیف ہوتی ہو تو چھوڑے دیتا ہوں اور جو سامنے رقیب کھڑا ہے اس کو جا لپٹتا ہوں۔ وہ عاشق ہرگز ایک لمحہ کو بھی اسے گوارا نہ کرے گا بلکہ یہی کہے گا کہ بالکل تکلیف نہیں جتنا چاہے دبا لو دل سرور سے مست ہے وہ تو یوں کہے گا۔

این کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب

اور کہے گا۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

الفت میں برابر ہے جفا ہو کہ وفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

اسی طرح بیماری کے وقت وہ سمجھتا ہے کہ یہ محبوب کی طرف سے آئی ہے اور۔

ہرچہ از دوست می رسد نیکوست

بلکہ گویا محبوب کنکریاں مار رہے ہیں اور مجھے دیکھ رہے ہیں۔ وہ چاہیں تو فوراً دور کر دیں۔ مگر وہ اس وقت میرے ساتھ یہی معاملہ چاہ رہے ہیں۔ اس میں ان کو تو کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو غنی مطلق ہیں۔ یقیناً اس میں میرا ہی کوئی فائدہ ہوگا جس کا مجھے علم نہیں پھر اس فائدہ کے علاوہ اس سے میرے گناہ بھی معاف ہو گے مجھے اس کے بدلہ جنت کے درجات ملیں گے۔ اس کو اپنے محبوب کے سچے رسول اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی یاد ہے ''اہل بلا کو جنت میں جب ان بلاؤں کا بدلہ ملے گا تو وہ لوگ تمنا کریں گے جو دنیا میں عافیت میں رہے کہ کاش ہمارے جسم دنیا میں قینچیوں سے کاٹے جاتے''

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۷)۔

اب وہ محبوب کی رضا کے لئے اس کے حکم کے مطابق اس تکلیف کے بارے میں محبوب سے سرگوشی کرتا ہے' عاجزی سے باتیں کرتا ہے کہ میں کمزور ہوں' تکلیف ہو رہی ہے' بے شک اس میں آپ کی مہربانی ولطف عیاں ہے اور میں آپ کی مہربانی کا محتاج بھی ہوں۔ تاہم اب آپ اپنے لطف کو صحت کی شکل میں عطا فرمائیں۔ اس کو یقین ہے کہ محبوب میری باتیں سن کر خوش ہو رہے ہیں اور قبول فرما رہے ہیں۔ اگر فوراً آرام نہیں ہوتا تو یقین کرتا ہے کہ ابھی اس حالت میں رہنا ہی میرے لئے مصلحت ہے۔ مگر میری درخواست بیکار نہیں۔ صحت کی بجائے کوئی اور نعمت ملے گی اور عاشق کے لئے سب سے بڑی نعمت تو یہی ہے کہ محبوب سے راز و نیاز کی اور باتیں کرنے کی اجازت اس بہانہ سے ملی ہوئی ہے اور اس طرح دل کی گہرائی سے باتیں کرنا کہ اس گفتگو سے محبوب بہت خوش ہوتے ہیں' بغیر تکلیف کے نصیب نہ ہوتا۔

اپنے دیوانوں کی فریاد سے خوش ہوتے ہیں
پس دیوار کھڑے سنتے ہیں شیون ان کا
نالے کرتا جو میں پھرتا ہوں تو خوش ہوتے ہیں

خوش وہ اس پر ہیں کہ شہرت مری ہر سو ہو جائے

نیز گو وہ بیماری کے ازالہ کے لئے دل سے دعائیں کرتا ہے' لیکن دعاؤں کا اصلی مقصد بندگی اور دعا ہی ہے یعنی محبوب کی خوشامد' عاجزی' ہاتھ جوڑنا' اپنی احتیاج ظاہر کرنا' رونا وغیرہ لیکن قلب کے اندر بیماری کے دور ہونے نہ ہونے پر کوئی التفات نہیں بلکہ ہر حال میں خوش ہے۔

عاشق کے دوا کرنے کی حقیقت

اسی طرح حکم سمجھ کر دوا علاج کی تدبیر بھی کرتا ہے کہ اس میں بھی اپنی عبدیت کا اظہار اور سنت پر عمل کرنے کا ذوق ہی کارفرما ہے۔ ورنہ وہ تو شافی مطلق اور حقیقت میں شفا دینے والا اپنے محبوب ہی کو سمجھتا ہے۔ اس لئے جب دوا سے شفا نہیں ہوتی تو پریشان نہیں ہوتا اور نہ ہی معالج پر غصہ ہوتا ہے بلکہ سمجھتا ہے کہ میرے محبوب کی اس وقت یہی مرضی ہے کہ مجھے یہ تکلیف رہے۔ اس سے میرا تزکیہ ہو' میرے مراتب بلند ہوں' اور جب شفا میں میرا فائدہ ہوگا تو شفا بھی وہی دیں گے۔

درد از یار است درماں نیز ہم
دل فدائے اوشد و جاں نیز ہم

جو لوگ عبد اور معبود کے تعلقات کو نہیں جانتے۔ خالق کون و مکاں اللہ قادر و کریم کے عادات سے ناواقف ہیں۔ ان کو یہ پتہ نہیں کہ مخلصین و عارفین و کاملین پر بلائیں اور مصیبتیں کیوں آتی ہیں۔ اس عقدہ کو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کوئی نہیں کھول سکتا۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ باوجود بہت زیادہ عابد و زاہد و محسن و مخلص ہونے کے جو خطائیں اور لغزشیں ہو جاتی ہیں' ان کا کفارہ فرمانے کے لئے اور بلند درجات عطا فرمانے کے لئے ان کو طرح طرح سے تکلیفوں میں ڈالا جاتا ہے۔ محبوب کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ثواب کی بڑائی مصیبت کی بڑائی کے ساتھ اور بلاشبہ اللہ کریم جب کسی جماعت سے محبت فرماتے ہیں۔ تو ان کو تکلیفوں میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔ پھر جو شخص اللہ کی قضاء (یعنی فیصلہ) پر راضی رہا تو اس

کے لئے اللہ کی رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لئے ناراضگی ہے۔

ایک اور حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ ’’کہ مومن مرد اور عورت کو اس کی جان اور مال میں اور اولاد میں تکلیف پہنچتی رہتی ہے اور اس طرح وہ تکلیفیں اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ بھی باقی نہیں رہتا‘‘۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ رحمت دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بندہ کے لئے جب کوئی مرتبہ اللہ کے علم اور تقدیر میں مقرر ہوتا ہے جس پر وہ اپنے عمل سے نہیں پہنچتا تو اللہ تعالیٰ اس کی جان یا مال یا اولاد میں دکھ تکلیف اور نقصان بھیج کر مبتلا فرما دیتے ہیں پھر اس کو اس پر صبر بھی دے دیتے ہیں یہاں تک کہ اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے جو اس کے لئے مقرر اور مقدر ہے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر اللہ کریم کا پیارا کوئی بھی نہیں اور مصائب انہی پر زیادہ آتی رہی ہیں۔ جان کائنات ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون لوگ سب سے زیادہ سخت تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ابتلاء سب سے زیادہ شدید ہوتا ہے ان کے بعد جو جس قدر دینی اعتبار سے افضل ہوگا اپنی حیثیت کے مطابق تکلیوں میں مبتلا ہوگا۔ (ترمذی)۔

حضرات عارفین چونکہ ان باتوں کو جانتے ہیں۔ اس لئے ہر مصیبت کو اپنے لئے نعمت سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی دفع ہونے کی دعا بھی کرتے ہیں کیونکہ وہ بھی محبوب کبریاء ﷺ کی سنت ہے۔

ایک مرتبہ اللہ کریم کا ایک محبوب ومقرب بندہ اپنی مجلس میں ارشاد فرما رہا تھا کہ مرض بھی نعمت ہے اور صحت بھی نعمت ہے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک عورت نے آکر عرض کیا کہ میرا بچہ بہت تکلیف میں ہے صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ حاضرین کے دل میں خیال گزرا کہ دیکھئے اب کیا دعا فرماتے ہیں، ابھی تو مصیبت کو نعمت فرما رہے ہیں ازالہ نعمت کی دعا کیسے کریں گے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر عرض کیا کہ یا اللہ یا رحیم یا کریم صحت و مرض دونوں تیری نعمتیں ہیں لیکن تکلیف والی نعمت کی ہم کو سہار نہیں ہے۔ لہذا اس مرض والی نعمت کو صحت والی

نعمت سے بدل دے۔

عاشق کے معاملات

اس طرح اس عاشق و مخلص کا حال دیگر معاملات و معاشرت اور معیشت میں بھی باطنی طور پر عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے کہ اس کی اپنی ذاتی کوئی مصلحت نہیں ہوتی اس کے سامنے صرف آقا ہی آقا ہے۔ وہ سب کاموں کو محض اس کی رضا کے لئے غلاموں کی طرح سے کرتا ہے اور غلام کو کام کرنے سے مطلب ہوتا ہے۔ نفع ونقصان کا وہ مالک ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے اس غم میں بھی نہیں پڑتا وہ دوکان پر جتنی کمائی کرے گا' اس کا مالک تو آقا ہوگا۔ ہاں غلام کی ضروریات آقا کے ذمے ہیں۔ چاہے اس کی محنت کی کمائی سے پورا کرے یا کسی اور طرح کرے۔ پھر اس کو چونکہ مالک سے عشق ہے۔ اب جو کچھ دنیوی اسباب کے ذریعہ ملتا ہے۔ اس کو بھی مالک کے ہاتھ سے لیتا ہے۔ اس لئے اگر سوکھے ٹکڑے بھی ہوں وہ تبرک سمجھ کر اس مزہ سے کھاتا ہے کہ ایسی لذت کسی بادشاہ کو بھی دنیا کی کسی لذیز ترین چیز میں حاصل نہیں ہوسکتی۔ کوئی اس کو تکلیف پہنچاتا ہے تو حسد بغض وغیرہ کی آگ اس کو پریشان نہیں کرتی کیونکہ محبت کی وجہ سے یہ گندے مادے تو اس میں رہتے ہی نہیں۔ جو ظاہری کوفت ہو رہی ہے' وہ مثل بیماری کے دوسری طرف سے سمجھ رہا ہے۔ غرض اس کی زندگی اس کیفیت مذکورہ میں گزرتی ہے۔ وہ اپنی مرضی کو محبوب کی مرضی میں تلاش کرتا ہے اور دنیا میں کوئی کام اللہ تعالیٰ کی مرضی یعنی مشیت کے خلاف ہو نہیں سکتا۔

گویا کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ کیا یہ کیفیت کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کی ہوسکتی ہے؟ اس لئے باطنی آنکھوں والوں کے نزدیک ان کی شان بادشاہوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ دلی عظمت و محبت سے پیش آتے ہیں۔ کہیں چلا جائے تو عوام وخواص زیارت ومصافحہ کے لئے حجر اسود والا معاملہ کرتے ہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر سلاطین کو اس دولت کی خبر ہو جائے جو ہمارے پاس ہے تو تلواریں لے کر ہم پر چڑھ آئیں کہ لاؤ ہمیں دو' واللہ ثم واللہ یہی بات ہے' اس دولت کے سامنے سلطنت کی کوئی

حقیقت نہیں۔حضرت حافظ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے
بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے ہوئے

خاقانی کہتے ہیں۔

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی

عشاق کی دنیا میں موجودگی اوران کی تلاش

اس طرح کی حالت والے آدمی کی مثال فرضی نہیں ہے نہ ہی ایسے لوگ نادرالوجود ہیں۔محبت والے کے لئے ایسی زندگی دینے کا خوداللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔من عمل صالحا من ذکرا وانثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبہ سجعل لھم الرحمن ودا جوبھی ایمان والا نیک عمل کرے خواہ مرد ہوخواہ عورت اس کو ہم یقیناً خوشگوار زندگی دیں گے۔رحمٰن اللہ قادروکریم اسے ضرورمحبوبیت عطا فرمائیں گے۔

جس کی تفصیل حدیث پاک میں گزرچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے اس کی محبوبیت ومقبولیت دنیا میں نازل فرمادیتے ہیں۔اس کے علاوہ اللہ والے سچے بندے قسمیں کھاکھا کراللہ والوں کے چین وسکون کا اعلان کرتے ہیں اورخوداللہ تعالیٰ نے جس کے قبضہ میں راحت وسکون ہے صاف صاف فرمادیا۔الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی سن لو راحت وسکون صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہے(اور کہیں نہیں)۔

محبت کی لذتیں

جیسے پیٹ کی غذاالگ ہے ماکولات ومشروبات اورآنکھ کی غذاالگ ہے' مبصرات اور کان کی غذاالگ ہے' مسموعات اس طرح دل کی ایک غذا ہے۔دل کی غذا محبت کے سوا کچھ نہیں۔دل کواس میں لذت آتی ہے پھرجس کا محبوب ناقص ہواس کی لذت بھی ناقص ہوگی اورجس کا محبوب ایسا کامل ہوکہ اس سے زیادہ کوئی محبوب نہ ہو۔اس کی لذت سب سے

زیادہ ہوگی۔ایمان کامل اور عمل صالح اختیار کرنے پر دنیا ہی میں غذائے روحانی (اللہ کریم کی محبت کامل) عطا ہوگی جس سے زیادہ دل کی کوئی غذا نہیں۔ کیونکہ یقیناً غذائے جسمانی سے غذائے روحانی افضل ہے۔اس لئے تمام اسباب نعیم سے اصل مقصود راحت قلب ہے جو غذائے جسمانی سے بواسطہ حاصل ہوتی ہے اور غذائے روحانی سے بلاواسطہ پھر کمال یہ کہ اس دستر خوان پر مختلف غذائیں ہیں۔کبھی تم محبّ ہو اور اللہ کریم محبوب پھر اللہ کریم محبّ اور تم محبوب۔اس کی ذات اور ہی کچھ ہے پھر خلق کو تم سے محبت ہو جاتی ہے۔اس میں کچھ اور ہی حظ ہے۔ان مختلف اقسام سے لذت بہت ہی بڑھ جاتی ہے۔

باقی سب راحت وسکون کے سامان صرف نقشے ہیں۔ان میں راحت مطلق نہیں، مگر مشکل یہ ہے کہ ابھی ہمارا ایمان کمزور ہے۔اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کے ارشادات کو بھی ہم اوپر کے دل سے مانتے ہیں۔یقین کا درجہ نہیں۔اس لئے عملاً ہم جس طرح چین و راحت کو حاصل کرنے کے لئے ان کے دنیاوی نقشوں میں محنت و کوشش کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں۔اس طرح کی دلی کوشش اس محبت کے راستہ میں نہیں کرتے وجہ ظاہر ہے کہ اپنے مشاہدہ پر زیادہ یقین ہے۔لہٰذا اب آپ خود امتحان کر لیجئے۔اس طرح کہ جن اولیاء اللہ کی یہ حالت ہے کچھ دن ان کے پاس رہ کر دیکھئے تو میرے دعوٰی کا یقین آجائے گا چونکہ اندر کا اور دائمی حال دیکھنا ہے۔اس لئے سرسری مشاہدہ اور دو چار دن کافی نہ ہوں گے۔اس کام کے لئے چند ماہ خالی کیجئے کچھ عرصہ دنیا کے متمول لوگوں کے پاس جا کر رہئے اور کچھ عرصہ اللہ والوں کے پاس۔ان دونوں کی اندرونی حالت کی تفتیش کیجئے کہ کس کی زندگی کس طرح گزرتی ہے۔واللہ آپ جنت و دوزخ کا فرق پائیں گے کیونکہ راحت و سرور کے اگرچہ مظاہر مختلف ہیں۔لیکن حقیقی سرور و راحت محبوب کے مشاہدہ اور قرب میں مضمر ہے۔اسی طرح مظاہر عذاب و تکالیف کے اگرچہ مختلف ہیں لیکن حقیقی عذاب محبوب سے حجاب اور محرومی ہے اور حقیقی نعیم اس ذات کریم کی طرف نظر کرنا ہے اس لئے کہ مدار تکلیف اور راحت کا قلب پر ہے۔محبّ کے قلب میں وہ دولت ہے کہ اگر اس شخص کو یہ کہا جائے کہ دنیا کی ہر

راحت تجھے دیتے ہیں اور تیرے مصائب کو دور کیا جاتا ہے لیکن یہ دولت باطنی ہم کو دے دو۔ وہ اس تبادلہ پر ہرگز تیار نہ ہوگا۔ پس اصل دولت اور اصل چین وسرور اس کی ذات کریم کا مشاہدہ ہے۔ ؎

باتو دوزخ جنت است اے دلربا
بے تو جنت دوزخ است اے دل فزا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جبکہ محبوب دوجہاں ﷺ نے ان کا بائیکاٹ کروایا ہوا تھا کوئی ان سے بات نہیں کرتا تھا۔ ان کی بیوی بھی ان سے جدا کروادی تھی۔ غرض زمین ان پر اپنی وسعت کے باوجود تنگ تھی اسی حالت میں ان کے پاس شاہ غسان کا خط آیا کہ تمہارے سردار نے تم کو ذلیل کر رکھا ہے۔ تم ہمارے پاس چلے آؤ ہم تمہیں عزت دیں گے ان کو خط پڑھ کر اتنا رنج ہوا کہ خط کو سامنے تنور میں ڈال دیا اور زبان حال سے فرمایا۔ ؎

تیرے مہر نالوں انہاں دا قہر چنگا

دنیاوی زندگی کا آخری مرحلہ اور عاشق کو محبوب کی طرف سے بشارت

آخر میں موت ہے عاشق کی موت کا منظر تو کچھ تفصیل سے گزشتہ اوراق میں گزر چکا۔ یہاں آخری خوشخبری بیان کی جاتی ہے کہ موت کے وقت ارشاد ہوگا یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی یعنی اے وہ شخص جس نے (اللہ تعالیٰ کے ذکر سے) چین پکڑ لیا ہے۔ اپنے رب کی طرف چل اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پھر شامل ہوجا میرے بندوں میں اور داخل ہوجا میری جنت میں۔

کیسی مزے کی بات ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے راضی اور اللہ تم سے راضی۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ میں تو اپنی خوشی کو مقدم فرمایا تھا اور اب چل چلاؤ کا وقت ہے تو بندہ کی خوشی کو مقدم فرمایا ہے۔ جس میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ اب تک تو میری مرضی کے تابع تھا اور اپنی خوشی کو

میری خوشی پر قربان کرتا تھا۔اب عالم بدل رہا ہے۔اب صرف تیری خوشی رہے گی اب تجھے اتنا دوں گا کہ تیری خوشی تھک جائے گی۔مگر میری عطا دینے سے نہیں تھکے گی۔

دیکھئے بہت سے لوگ لاکھ لاکھ روپے اور کیا کیا خوشامدیں حکام کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں تو کیا حاکم حقیقی محبوب حقیقی کارساز حقیقی ہی کی خاطر کچھ نہ کیا جائے؟

اب تو ناظرین کو اپنے اندر محبت کا ثبوت اور اس کو بڑھا کر عشق کا درجہ حاصل کرنے کی استعداد کا ہونا علوم ہو چکا' سچے عشق' سچے ایمان و یقین اور احسان و اخلاص کے ثمرات دنیا و آخرت میں معلوم ہو گئے۔تو یقین ہے کہ اپنی محبت کو بڑھانے کا شوق پیدا ہو گیا ہو گا۔

اظہار کر کے عشق و محبت کے راز کو
پھر سے بنا دیا مجھے امیدوار آج
محبت تو اے دل بڑی بات ہے
یہ کیا کم ہے کہ اس کی حسرت ملے
یہی زندگی جاودانی بنے
جو آب حیات محبت ملے
تیرے عشق کے غم کی دولت ملے
تو سارے غموں سے فراغت ملے

فادخلی فی عبادی فرمایا یعنی میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔پھر وادخلی جنتی یعنی اس کے بعد اس کی بدولت میری جنت میں داخلہ ہو گا۔

تو آیئے محبت اس سے کریں۔

☆ جسے موت نہیں آتی۔

☆ جس کا حسن ماند نہیں پڑتا۔

☆ جو ناز دکھاتا نہیں' ناز اٹھاتا ہے۔

☆ جو گفٹ لیتا نہیں دیتا ہے۔

☆ جس کی کشش قریب جانے سے بڑھتی ہے گھٹتی نہیں۔

☆ جس سے محبت کرنے سے ذلت ورسوائی نہیں عزت و بڑھائی ملتی ہے۔

☆ جس سے محبت کرنے سے آدمی ساری دنیا کا محبوب بن جاتا ہے۔

آیئے ایسے محبوب حقیقی کو تلاش کرنے کے لئے ہم قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں کیونکہ قرآن کریم ہی ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ قرآن کریم راستہ متعین کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔ والذین امنوا اشد حبا للله ایمان والے اپنے رب سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔ دوسرے مقام پر وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ وما خلقت الجن و الانس الالیعبدون جن وانس کو اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف اپنی محبت کے لئے پیدا فرمایا۔ لفظ ''انسان'' پر اگر غور کیا جائے تو لفظ ''انسان'' یا تو انس میں سے ہے یا نیسان میں سے۔ یعنی انسان وہ ہے جو انس یعنی محبت کرے۔ یا محبت میں سوائے محبوب کے سب کچھ بھول جائے۔ ظہوری نے کیا خوب کہا ہے۔

شدہ است سینہ ظہوری پر از محبت یار

برائے سینہ اغیار در دلم جا نسیت

بڑا محبت بھرا نکتہ بیان کر گیا' وہ کہتا ہے کہ جس دل میں محبوب جلوہ آرا ہوں اس دل میں اغیار کی محبت تو درکنار ان کی دشمنی بھی جگہ نہیں پاسکتی کہ دشمنی بھی تعلق کی ایک صورت ہے۔ اللہ اکبر! یہ ہے کمال محبت کہ خانہ دل میں محبوب کے سوا کوئی نہ ہو اور سید ابن فارض فرماتے ہیں۔

ولو خطرت لی فی سواك لمساعته

علی خاطری سهوا حکمت بردتی

یعنی اگر کبھی میرے دل میں بھول کر بھی دوسرے کا خیال آجائے تو میں اپنے مرتد ہونے کا حکم دے دوں۔ یعنی کامل الایمان بلکہ انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو اب ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کیسے پیدا ہو اور سچی اور حقیقی محبت کا

معیار کیا ہوگا۔ کیونکہ کسی سے محبت ہونے کے کچھ وجوہات ہوتے ہیں۔ مثلاً کبھی کسی کی شکل و صورت دیکھ کر، کبھی حسن و جمال دیکھ کر کسی کے ناز و ادا دیکھنے سے، کسی کے افعال و اعمال سے، کسی کے حسن گفتار سے، کسی کے عزت و وقار سے، کسی کے کمالات و کرامات کو دیکھ کر انسان دیوانہ و مستانہ وار دام محبت کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن ذات باری تعالیٰ کی ذات و صفات کا ادراک قوائے انسانی سے بالاتر ہے۔ نہ کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتی ہے اور نہ ہی کوئی کان کلام الٰہی سننے کی طاقت رکھتے ہیں۔ تو محبت کیسے پیدا ہو؟ تو لازماً انسان کا ذہن کسی وسیلے واسطے کی طرف مائل ہوگا اور تلاش کرے گا تاکہ وہ اپنے خالق مالک رب کی محبت سے آشنا ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت عطا کرنے کے لئے جو وسیلہ اور واسطہ بنایا ہے اس کا نام (نبوت و رسالت) ہے۔ اس لئے نبی اللہ کے بغیر کوئی شخص رب قدیر کی محبت سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفرلکم ذنوبکم والله غفور رحیم اے محبوب ﷺ فرما دیجئے، لوگو اگر تم اللہ کریم کے ساتھ محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو، تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ کریم بڑا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

یعنی اے محبوب حقیقی کے متلاشیو! اگر تم محبوب حقیقی کے ساتھ محبت کا رشتہ جوڑنا چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ اطاعت بغیر محبت کے ناممکن ہے۔ یعنی میرے ساتھ محبت کرو۔ جب تم میرے ساتھ محبت کرو گے، میرا رب (محبّ) تمہارے ساتھ محبت کرے گا (تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا)۔

تمہارے تمام گناہ بخش دے گا (تمہاری ظاہری باطنی میل کچیل کی طرف نہیں دیکھے گا) اور میرا رب (محبّ) بڑا کریم بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے (بہت محبت فرمانے والا ہے)۔

اے انسان تو احساس پیدا کر لے کہ تیرا رب تجھے محبت سے دیکھ رہا ہے۔ سبحان اللہ، واہ کیا مقام مصطفیٰ ﷺ ہے۔ جب یہود نے محبوب کریم ﷺ کا دامن پاک چھوڑ کر یہ دعویٰ کیا کہ ہم اولاد انبیاء ہیں اور خدا کے مقرب و محبّ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے میرے

محبوب ﷺ اعلان فرمادو، اللہ کی محبت کا دم بھرنے والو، جب تک میرے محبوب ﷺ کی غلامی کا پٹہ گلے میں نہیں ڈالو گے۔ تم میرے محبوب نہیں بن سکتے۔ ہاں جو میرے محبوب ﷺ کی غلامی اطاعت، محبت، کرے گا ہم اس کے گناہ بھی معاف فرما دیں گے اور محبت بھی کریں گے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ کریم نے بیشتر مقامات پر محبوب کریم ﷺ کو واسطہ و وسیلہ بنا کر مخلوق سے خطاب فرمایا مثلاً

- ☆ قل من کان عدوا لجبرایل فانه الخ اے محبوب ﷺ ان سے فرمادو کون ہے جبرائیل امین کے ساتھ دشمنی بغض رکھنے والا
- ☆ قل صدق الله الخ اے محبوب ﷺ آپ فرمادیں کہ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔
- ☆ قل تعالوا الی کلمة الخ
- ☆ قل یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا اے محبوب ﷺ فرمادیں کہ اے لوگو! مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔
- ☆ قل یاایهاالکفرون لاعبد ماتعبدون اے محبوب ﷺ آپ فرمادیں میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔
- ☆ قل هوالله احد اے محبوب ﷺ آپ فرمادیں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔
- ☆ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله اے محبوب ﷺ آپ فرمادیں کہ اگر اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ محبت کرو۔

قابل توجہ ہے یہ بات کہ اللہ کریم قادر مطلق ہو کر محبوب ﷺ کے واسطہ وسیلے کے بغیر بندے کے ساتھ کلام نہیں کرتے تو بندہ کس باغ کی مولی ہے کہ محبوب ﷺ کو چھوڑ کر بلاواسطہ اللہ کریم کے ساتھ ملے یا گفتگو کرے یا محبت کرے۔

یہاں چند آیات کا خلاصہ تحریر کیا گیا بطور نمونہ ورنہ تمام قرآن حضور ﷺ کے واسطہ و وسیلہ سے ہے۔ قرآن' رمضان بلکہ خود رحمان اور رحمان کی تمام نعمتیں حضور ﷺ کے توسل سے ہمیں ملیں۔ ذرا غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ فانی قریب اور من حبل الورید یعنی اے بندے میں تیرے قریب ہوں اتنا قریب کہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب۔ اجیب دعوۃ لداع اذا دعان' فلیستجیبو الی جب مجھے کوئی پکارتا ہے تو سنتا ہوں میں جو کوئی مانگتا ہے عطا کرتا ہوں۔ اے لوگو مجھ سے مانگو' سوال کرو۔ بندے نے کہا۔ یا اللہ میں گنہگار ہوں۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اے محبوب ﷺ فرمادو میرے بندوں سے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ اللہ کریم کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ دوسرا معنی عشق و حقیقی میں یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ اپنے غلاموں سے فرمادو کہ اللہ کریم کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ میرا رب بڑا کریم و رحیم ہے۔

اللہ جل مجدہ الکریم اپنی رحمت سے گنہگار بندوں کے مابین ہے اور محبوب کریم ﷺ کو فرمایا جا رہا ہے قل محبوب ﷺ آپ فرمادیں ان سے۔ یعنی میرے بندوں' اپنے غلاموں سے' بات اللہ اور بندے کے درمیان ہے۔ گناہ بندے نے کیا' بخشنا رب چاہتا ہے۔ غلطی بندے نے کی اور معاف رحمان کرنا چاہتا ہے لیکن اللہ کریم درمیان میں محبوب کریم ﷺ کو ڈالنا چاہتے ہیں۔ فرمایا۔ قل یا عبادی اے محبوب ﷺ گناہ میرے بندوں نے کیا میں انہیں بخشنا چاہتا ہوں۔ اب تو انہیں کہہ دے' اے میرے غلاموں اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔

توجہ طلب ہے یہ بات کہ اللہ کریم صرف یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ فرمادیتے یعنی لفظ قل ارشاد نہ فرماتے' مضمون تو تب بھی مکمل تھا۔ بات تو براہ راست بندے کے ساتھ بھی ہو سکتی تھی۔ تو قل کیوں فرمایا؟ نادان ذرا سوچ۔ وہ قادر مطلق ہو کر جب بندے پر لطف و کرم فرماتا ہے تو پھر قل فرما کر

اپنے پیارے محبوب ﷺ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان ڈال رہا ہے۔ جب وہ حاکم مطلق اپنے محبوب ﷺ کو درمیان میں ڈال کر واسطہ بنا رہا ہے تو تجھے کس نے حق دیا کہ وہ تو درمیان میں لا رہا ہے اور تو ہٹا رہا ہے۔ رب لوگوں کو بخشنا چاہتا ہے مگر فرماتا ہے۔ قـــل محبوب ﷺ کہہ دے تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ بخشش کے خزانے لٹاتا ہوں اور لٹائے جا رہا ہوں' مگر اپنے محبوب ﷺ کے واسطے سے تا کہ بخشش مانگنے والے کو خبر ہو جائے کہ بخشش تو ملتی ہے مگر محبوب ﷺ کے واسطہ سے' نعمتیں ملتی ہیں مگر محبوب ﷺ کے در سے اور اے محبوب ﷺ اعلان فرما دیجئے کہ واللہ یعطی انا قاسم اللہ مجھے عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ اے لوگو! اگر کچھ لینا چاہتے ہو تو دہلیز محبوب ﷺ پہ آ جاؤ اس لئے کہ

بخدا خدا کا یہی ہے در' نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور یہ بھی ارشاد فرمایا قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن تبعنی اے محبوب ﷺ آپ ان سے فرما دیں یہ میرا راستہ ہے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ جس نے میری اتباع کی وہ بصیرت والا ہے یعنی میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ملانا چاہتا ہوں۔ جس نے میری اتباع کی (مجھ سے محبت کی) اس نے اللہ تعالیٰ کو پا لیا۔ نکتہ عشق محبوب یہی چاہتا ہے کہ چاہنے والا صرف اسی کو چاہے اور کسی کو نہ چاہے۔ لیکن دنیائے عشق و محبت کا یہ اعجوبہ ہے کہ محبوب حقیقی اللہ جل مجدہ الکریم یہ چاہتا ہے کہ اس کا چاہنے والا اس کے محبوب ﷺ کو چاہے اور چاہت کے صلے میں خود اس کا محبوب بن جائے' سبحان اللہ! آیت کریمہ یحببکم میں اللہ اس رمز محبت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ہاں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا کچھ اتنا مشکل نہیں' مشکل یہ ہے کہ جس کے آگے وہ جھکائے اس کے آگے خوشی خوشی جھکا جائے۔ ابلیس یہ راز توحید سمجھ نہ سکا اور اسی آزمائش محبت میں

مارا گیا۔ راز توحید سراسر عشق ہے۔ توحید خالص یہی ہے کہ اس کے آگے اس طرح جھکے کہ جہاں وہ جھکائے، جھکتے چلے جایئے۔

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باؤ نہ رسیدی تمام بو لہبی است

اس لئے کہ

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

جس کا حسن اللہ کو بھا گیا ایسے پیارے سے محبت کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے من یطع الرسول فقد اطاع الله جس نے میرے محبوب ﷺ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ فاتبعونی یحببکم الله جس نے محبوب ﷺ کی اتباع کی وہ میرا محبوب بن گیا۔

اطاعت اور اتباع میں فرق

اطاعت کہتے ہیں حکم ماننے کو۔ یعنی جس نے محبوب ﷺ کا حکم مانا اس نے میرا ہی حکم مانا اور اتباع کا معنی ہے محبت کرنا۔ یعنی جس نے محبوب ﷺ سے محبت کی اس نے میری محبت کو حاصل کرلیا۔ اتباع کی لغوی تشریح کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی نے بڑی عمدہ کہی ہے۔ فرماتے ہیں والتبیع خص بو البقر اذا تبع امه کہ گائے کے بچھڑے کو عربی زبان میں تبیع اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ افراط شوق سے اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ اتباع وہ عمل ہے جس میں ناگوار اطاعت کے بجائے اطاعت میں خوشگواری کی کیفیت حاصل ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک افسر اپنے نائب قاصد کو حکم دیتا ہے کہ فلاں چیز ابھی لے کر آؤ۔ نائب قاصد کڑکتی دھوپ اور جھلس دینے والی گرمی میں انتہائی ناگواری کے ساتھ محض اپنی نوکری کو بچانے کے لئے حکم کی تعمیل بجالاتا ہے۔ دوسری طرف ایک معلم اپنے سعادت مند شاگرد کو بلا کر کسی چیز کے لانے کے لئے کہتا ہے اور ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ گرمی

بہت سخت ہے ذرا موسم ٹھیک ہو جائے تو سہولت سے یہ چیز لے آنا۔ لیکن سعادت مند شاگرد جھلنے والی گرمی اور کڑکتی دھوپ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے محض استاد صاحب کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرط سعادت سے دوڑتا ہوا جاتا ہے اور پسینے میں شرابور لیکن پوری قلبی طمانیت کے ساتھ مطلوبہ شئے لاکر استاد صاحب کی خدمت میں اپنی آنکھوں میں غنچہ ہائے سعادت نچوڑ کر نہایت ادب و شائستگی سے پیش کرتا ہے۔ پہلی صورت میں ناگواری کے احساس کے ساتھ مطلق اطاعت ہے جبکہ دوسری صورت سعادت اور خوشگواری کے جذبہ سے سرشار ہوکر اطاعت بجالاتا ہے اور اس کو اتباع کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کے لئے محبوب کریم ﷺ کے اتباع کی تلقین میں یہی حکمت کارفرما ہے گویا حب الٰہی کے حصول کے لئے اتباع رسول ﷺ اور اتباع رسول ﷺ کے لئے عشق رسول ﷺ اور عشق محبوب کریم ﷺ ایک ایسا ذریعہ اور وسیلہ ہے جو مومن کی دنیوی اور اخروی سعادتوں اور کامیابی و کامرانی کی مکمل ضمانت فراہم کرتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجو الله والیوم الاخرو ذکرالله کثیراه یعنی اطاعت حکم ماننے کا نام ہے اور اتباع تعلق حبی و عشقی کا نام ہے۔ کیا اطاعت کے لئے تعلق عشق کا ہونا ضروری ہے؟

علامہ اقبال کی نظم ''محبت'' کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ پوری کائنات بس عشق و محبت کے دم قدم سے ہی آباد ہے۔ یہ عشق کا جذبہ ہی ہے جو دل کو سوز و گداز سے لذت آشنا کرتا ہے اور یہ سوز و گداز روحانی زندگی کی جان ہے۔ اسی سے روح پرور نغمے ابھرتے ہیں۔ حضرت بلال کے حضور ان الفاظ میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

اذان اول سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا ایک بہانہ بنی

گویا یہ عشق کا ہی جذبہ اور فیضان ہے۔ جو روح کو گرماتا ہے' دل کو تڑپاتا ہے' آواز میں

سوز اور مستی کی ایک نشاط آفرین کیفیت پیدا کرتا ہے۔

ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق

لیکن یہ عشق اس عشق سے یکسر مختلف ہے جو ہوس کی ارتقائی صورت ہوتی ہے، جو درحقیقت عشق نہیں ہوتی لیکن عشق کا روپ دھار لیتی ہے۔اس کا اثر محض وقتی اور عارضی ہوتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ اثر زائل ہوتا چلا جاتا ہے، ورنہ عشق حقیقی تو ہمیشہ پائندہ اور تابندہ ہوتا ہے۔بقول مولانا روم ۔

زانکہ عشق مرد گان پائندہ نیست
چونکہ مردہ سوئے ما آئندہ نیست

اور

عشق آن زندہ گزیں کو باقی است
وز شراب جاں فزانت ساقی است

اور

عشق مے بخشد حیات جاوداں
عشق باشد زندگی عاشقاں
عشق خاصۂ انبیاء و اولیاء است
درحقیقت عشق ذات کبریاء است
گر نبودے عشق کے بودے جہاں
عشق آمد باعث کون و مکاں

یعنی یہ عشق حقیقی ہی ہے جو انسان کو اعلیٰ ارفع مقام پر لے جاتا ہے اور انگارۂ خاکی کو بال و پر روح الامین عطا کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ کریم نے اپنی شدید محبت کو والذین امنو اشد حبا للہ کے ارشاد میں مومن کے ایمان کا نشان قرار دیا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس سے عشق ہو انسان کے لئے اس کی بات ماننا آسان ہو جاتا ہے۔ وہ تعمیل کے لئے سرگرم

اور مستعد نظر آتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے عشق ہے تو اس کے احکام کی اطاعت آسان ہو جاتی ہے اور اگر محبوب کریم ﷺ سے عشق ہے تو ان کے فرامین متابعت سہل ہو جاتی ہے۔

گویا عشق عشق کا مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے محبوب کے ساتھ والہانہ محبت اظہار کے ساتھ ساتھ اس کے احکام وفرامین کی بے چون و چرا تعمیل کرے۔ قرآن کریم نے (جو خزینہ معرفت وبصیرت ہے) انسان کو عشق کی وادی میں یونہی دھکیل نہیں دیا بلکہ گوہر مقصود حاصل کرنے کے لئے اسے متعین راستہ بھی بتا دیا ہے تا کہ وہ جادہ منزل عشق سے بھٹکنے نہ پائے۔

چنانچہ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله اے محبوب ﷺ فرما دیجئے! اگر واقعی تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور اتباع اطاعت کا وہ درجہ ہے کہ تعمیل ارشاد مجبورانہ ہو بلکہ برضا ورغبت انجام پائے اور یہ رضا ورغبت اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ جب محبوب سے محبت اور کامل وابستگی حاصل ہو۔ اسی لئے قرآن کریم نے حب الٰہی کے ساتھ حب رسول ﷺ کی تلقین بھی فرمائی اور ارشاد فرمایا۔

اے محبوب ﷺ ان سے فرما دو کہ تمہارے والدین تمہاری اولاد' بھائی' بیویاں' تمہارے عزیز واقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں۔ تمہارے کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں از حد پسند ہیں۔ اگر یہ تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے راستے میں جہاد سے عزیز ہیں تو انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہنمائی نہیں کرتے۔ اس آیہ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا انحصار اتباع رسول ﷺ پر ہے اور اتباع رسول ﷺ محبت رسول ﷺ پر موقوف ہے اور محبت الٰہی اور محبت رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار مومن ہی جہاد فی سبیل اللہ میں صحیح معنوں میں حصہ لیتا ہے اور اپنے معبود و محبوب حقیقی کے مشن کی واقعی تکمیل میں کوشاں ہوتا ہے۔ گویا عشق الٰہی کا زینہ عشق رسول ﷺ ہے اور جب تک حب رسول ﷺ اپنے کمال پر نہ پہنچے مومن ایمان کامل کی حلاوت سے لذت

آشنا نہیں ہوسکتا ہے۔

خود محبوب کریم ﷺ کے ایک فرمان مبارک سے اس کی توثیق ہوتی ہے اور محدثین کرام فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ﷺ نے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں اپنی عقیدت و محبت کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے کائنات کی ہر شے سے عزیز ہیں، سوائے اس جان کے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا۔ تو ہرگز مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں تجھے تیری جان سے بھی عزیز نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شدت احساس سے اسی وقت عرض کیا۔ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ یارسول اللہ ﷺ اب آپ مجھے اس جان سے بھی عزیز تر ہیں جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا۔

ان احادیث مبارکہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مومنین کی جماعت کو فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! تم غازی ہو، نمازی ہو، حاجی ہو لیکن یاد رکھو تکمیل ایمان کے لئے اور اعمال و افعال و اقوال بھی بارگاہ ایزدی میں قبولیت کے لئے تمہارے دلوں میں میری محبت دنیا و مافیھا سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ یہ ظاہری اعمال اور اتباع تو تمہارے سامنے مدینہ کے منافق بھی کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں میری محبت نہیں ہے لہذا ان کا توحید اور میری رسالت کا اقرار اور میری اطاعت سب بے کار ہے سن لو! جب تک میری محبت ماں باپ اور اولاد عزیز و اقارب دوست احباب مال دولت اور اپنی جان غرضیکہ ہر چیز سے زیادہ نہ ہوگی۔ تم کامل مومن نہیں ہوسکتے۔ تمہارا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوسکتا۔ اس سے مسئلہ بالکل واضح ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں وہی فنا ہوگا جو پہلے نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی محبت میں فنا ہو چکا ہو جس سینہ میں محبوب خدا ﷺ کی محبت نہیں وہ سینہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے ہرگز ہرگز منور نہیں ہوسکتا۔ اللہ کریم کی سچی محبت کا معیار آپ کی اطاعت اور تابعیت اور غلامی کا نام ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا!

لو کان حبك صادقا لا طعته

ان المحب لمن یحب مطیع

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اپنے محبوب کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگا رہتا کیونکہ محبت تو ہمیشہ اپنے محبوب کا مطیع ہوا کرتا ہے۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ ﷺ سامان اوست

جزائے محبت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی۔ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا۔ تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے عرض کیا۔ میرے پاس کوئی عمل نہیں مگر اتنی بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس صحابی کی بات سن کر فرمایا۔ انت مع من احببت تجھے اپنے محبوب کی سنگت ضرور نصیب ہو گی یعنی اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو گھبرا مت تجھے میری معیت ضرور حاصل ہو گی۔

تسکین دل و جان

اٹھتی نہیں ہے آنکھ کسی اور کی طرف
پابند کر گئی ہے کسی کی نظر مجھے

اور

جب سے دیکھا ہے جلوہ تمہارا کوئی آنکھوں میں جچتا نہیں ہے
لاکھ دیکھے ہیں جہاں میں حسن والے کوئی عالم میں تجھ سا نہیں ہے

ایک صحابی محبوب کبریاء ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر خود وارفتگی کے عالم میں اپنے عشق و محبت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔ اے میرے آقا ﷺ میں آپ کی ذات اقدس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں (نہ مجھے مال سے اتنی محبت، نہ اپنے متعلقین سے) جب بھی آپ کی یاد ستاتی ہے (اور کچھ بھی نہیں ہوتا تو) آپ کا نورانی مکھڑا دیکھ کر دل

مضطرب کو تسکین دے لیتا ہوں لیکن رورو کر یہ خیال دل میں چٹکیاں لینے لگتا ہے کہ آقا مرنے کے بعد یہ کس طرح ممکن ہو سکے گا کیونکہ آپ انبیاء و رسل کے سردار ہونے کی وجہ سے جنت کے اعلیٰ منازل میں ہوں گے۔ اگر مجھے جنت میں بھیجا بھی گیا تو نہ معلوم کہاں ہوں گا۔ میرے لئے وہاں یہ ممکن نہ ہوگا کہ آپ کے دیدار فرحت سے مشرف ہوسکوں۔

تو آقائے کریم ﷺ نے فرمایا۔ من احبنی کان معی فی الجنة جو شخص مجھ سے دنیا میں محبت رکھے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب' نجدی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی ﷺ

ہاں تو ہم اطاعت اور اتباع کا فرق سمجھ رہے تھے۔ قارئین کرام کو سمجھنے میں آسانی کے لئے چند واقعات تحریر کئے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ آپ حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ قرآن و حدیث کے بہت بڑے عالم مانے جاتے ہیں۔ تفسیر و حدیث میں بہت اونچا مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ بچپن ہی سے دینی کاموں میں دلچسپی رکھتے تھے۔ محبوب دو جہاں ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کا یہ حال تھا کہ محبوب رب العالمین ﷺ کو دیکھتے رہتے تھے کہ والی دو جہاں ﷺ راستے پر کیسے چلتے ہیں۔ کس طرح قدم مبارک اٹھاتے ہیں' کہاں رکھتے ہیں' کہاں مڑتے ہیں' پھر جب اسی راستے سے دوبارہ سفر کرنا ہوتا تو راستہ چلنے میں جان کائنات ﷺ کی نقل فرماتے۔ جیسے محبوب کریم ﷺ نے قدم مبارک اٹھایا ہوتا ویسے ہی یہ اٹھاتے جہاں محبوب دو جہاں ﷺ رکے ہوتے یہ بھی رک جاتے' جس طرح حضور ﷺ راستے میں مڑتے تھے ویسے ہی یہ بھی راستے میں مڑ جاتے۔

اس چیز کا نام ہے کامل اتباع۔

محبوب ﷺ کی ادا کو ادا کر رہا ہوں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے ایک سواری آئی۔ آپ اس پر سوار ہونے لگے'

جب اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو کہا' بسم اللہ' جب سوار ہوئے تو کہا' الحمد للہ۔ بعد میں یہ دعا پڑھی۔سبحن الذین سخرلنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الى ربنا لمنقلبون اس دعا کے بعد کہا الحمد لله' الله اكبر تین تین بار کہا بعد میں یہ دعا پڑھی۔سبحنك انى ظلمت نفسى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الاانت۔ جب یہ دعا پڑھ چکے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسے۔عرض کیا گیا یا امیر المومنین! آپ کس وجہ سے ہنسے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے محبوب کریم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا جیسا کہ میں نے کیا ہے۔یعنی سوار ہونے کے بعد اسی طرح دعائیں پڑھ کر ہنستے تھے۔میں نے عرض کیا' یارسول ﷺ آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا' بندہ جب عرض کرتا ہے یا اللہ میرے گناہ معاف فرمادے۔تو اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ گناہ بخشنے والا میں ہی ہوں۔

تمہیں کیا خبر میں کیوں ہنس رہا ہوں
کسی کی محبت میں کھویا ہوا ہوں
مجھے شادمانی اسی بات کی ہے
کسی کی ادا کو ادا کر رہا ہوں

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ آقا و مولائے کائنات ﷺ کے مقامات نماز کے اثار کی اتباع کرتے تھے اور اپنی اونٹنی پر سوار اسی راہ سے گزرتے جہاں سے آقا کی اونٹنی گزری تھی۔ ہر سال حج ادا فرماتے اور وقوف عرفہ میں عین اسی جگہ ٹھہرتے جہاں محبوب کریم ﷺ ٹھہرتے تھے اور راستوں اور در و دیوار کو حسرت بھری نگاہوں سے تکتے رہتے۔

مولانا روم مجنوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

پائے سگ بوسیدہ مجنوں
خلق گفتہ ایں چہ سود

گفتہ مجنوں گاہے گاہے
ایں سگ در کوئے لیلٰی بود

اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جو معاویہ کے کسی گاؤں میں تشریف لے گئے۔ یہ انصار کا ایک گاؤں تھا۔ آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری اس مسجد میں محبوب کریم ﷺ نے کہاں نماز ادا کی تھی۔ تو آپ سے عبداللہ بن عبداللہ بن جابر بن عتیک نے کہا جی ہاں اور اس کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا۔ منقول ہے کہ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کو اپنے گھروں میں نماز کی ادائیگی کے لئے بلاتے تھے۔

امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں یہ حدیث پاک ذکر کی ہے کہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ آپ میرے گھر کسی جگہ پر نماز ادا فرمائیں۔ جب ان کی نظر کمزور ہو گئی اور مسجد نبوی ﷺ اور ان کے درمیان سیلاب حائل ہونے لگا محبوب دو جہاں ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ تو کس جگہ چاہتا ہے کہ میں تیرے گھر میں نماز ادا کروں۔ انہوں نے اپنے گھر کے ایک طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے وہاں نماز ادا فرمائی۔ صحابہ کرام نے پیچھے صف باندھ لی۔

علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کو جب محبوب ﷺ کی یاد آ جاتی تو وہ آپ ﷺ کے دیدار فرحت آثار کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور آپ کے مبارک حجروں میں تلاش کرتے۔ امہات المومنین سے عرض کرتے کہ ہمیں محبوب کریم ﷺ کے دیدار کے بغیر چین نہیں آ رہا۔ چنانچہ بعض اوقات ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے زیر استعمال رہنے والا آئینہ لاتیں۔ جب صحابہ پاک رضی اللہ عنہم اس آئینے کو دیکھتے تو بجائے اپنے آپ کو دیکھنے کے محبوب کریم ﷺ کو جلوہ افروز پاتے۔

قاضی عیاض شفا شریف میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو لے کر ایک جگہ گھما رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو پوچھا ابن عمر کیا کر رہے ہو؟ اونٹ کو بغیر کسی وجہ کے چکر دیئے جا رہے ہو۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ بات تو میں نہیں

جانتا البتہ ایک روز آقا کریم ﷺ کو دیکھا تھا کہ اپنے اونٹ کو یہاں گھمار ہے تھے۔ میں تو اپنے محبوب کی اداؤں کو پورا کر رہا ہوں، مجھے کیا خبر کہ کیا وجہ ہے۔

ارے ایمان والے وجہ کو نہیں جانتے، انہیں تو فقط محبوب ﷺ کی اداؤں سے غرض ہوتی ہے یہی کمال عشق ہے جو ایمان کی بنیاد اصل و اساس ہے۔ کاش ہم بھی ایمان کا کوئی سبق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیکھ لیتے۔ ان سے ہی اسلام کا کوئی درس لے لیتے، ان سے ہی آقا دو جہاں ﷺ کے ساتھ تعلق و محبت کا شغف لے لیتے کیونکہ ان سے بہتر سبق اور بہتر اسوۂ کسی اور کے پاس موجود ہی نہیں۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔ فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا یعنی اے لوگو! میرے محبوب ﷺ کو ایسے مانو جیسے میرے محبوب ﷺ کے غلاموں (صحابہ نے مانا تو تم راہ ہدایت پر ہو ورنہ گمراہ اور محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اصحابی کالنجوم فبایهم اقتد یتهم اهتدیتم میرے غلام (صحابہ) مثل نجوم کے ہیں۔ جنہوں نے ان کی پیروی کی ہدایت پا گئے ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہ پاک رضی اللہ عنہم اس تعلق محبت کو محبوب کریم ﷺ کی ذات اقدس سے استوار اور مضبوط تر رکھنے کے لئے کیا کیا جتن کیا کرتے تھے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار و مشرکین نے عروہ بن مسعود کو جاسوس بنا کر بھیجا کہ جاؤ اور حضور ﷺ کے ساتھ آئے ہوئے صحابہ کا جائزہ لے کر آؤ کہ ان کے لشکر کی پوزیشن کیا ہے کہ ہم اس قابل ہیں کہ ان کا مقابلہ کر سکیں۔ توجہ طلب ہے یہ بات یہ حدیث پاک اس لئے تحریر کر رہا ہوں اگر اس حدیث پاک کے سوا کوئی اور حدیث شریف بیان کرتا تو وہ کسی ایک صحابی کی سنت ہوتی، دو یا تین کی ہوتی، لیکن زیر نظر حدیث پاک کم و بیش پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے ان میں خلفائے راشدین بھی ہیں۔ ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ سب سے پہلے مسلمان ہونے والے چالیس صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ بدری صحابہ بھی ہیں۔ غرضیکہ سب وہ صحابہ ہیں جو آقائے نامدار ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کر رہے ہیں اور رب کریم فرماتا ہے کہ محبوب ﷺ! ان کے ہاتھوں پر تیرا ہاتھ نہیں میرا ہاتھ ہے۔ ان

الذين يبايعونك انما يبايعون الله يدالله فوق ايديهم۔

یہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بات ہو رہی ہے جن کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ کا اعلان کر چکا ہے۔ ہمیں یہ نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہئے اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ کل کائنات صحابیت کی متفق علیہ سنت کیا ہے؟ اور وہ آقائے دوجہاں ﷺ کے ساتھ کس نوعیت کا تعلق رکھتے تھے۔ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ اور ان کے صحابہ کی جائے قیام کی طرف گیا اور دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں اور تقریباً پندرہ سو صحابہ (مختلف روایات کے مطابق) قطار اندر قطار حضور ﷺ کے گرد اس طرح جھرمٹ بنا کر بیٹھے ہیں جس طرح شمع کے گرد پروانے۔ میں نے دیکھا۔ جب محبوب کائنات ﷺ وضو فرماتے تو صحابہ وضو کے پانی پر ٹوٹ پڑتے۔ ایک ایک قطرہ کے لئے دوڑتے اور لپک لپک کر وضو کے پانی کو سنبھالتے۔ محبوب دوجہاں ﷺ کے وضو کے پانی کا کوئی قطرہ زمین پر گرنے نہ دیتے۔ یہ عاشق انہیں اٹھا لیتے اور ہاتھوں پر لے لیتے۔ وضو کے پانی کے قطرات کو حاصل کرنے کے لئے جھپٹتے تو اندیشہ ہوتا کہ آپس میں لڑ پڑیں گے یہ محبوب رب العالمین ﷺ کے وضو کے ماء مستعمل کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حسن ادب اور وفور محبت کا منظر ہے۔ اب شریعت کا مسئلہ سمجھیں وہ یہ کہ وضو کا پانی ماء مستعمل ہوتا ہے جس کا استعمال مکروہ ہے لیکن عشق کہتا ہے کہ اوروں کے وضو کا پانی بے شک مکروہ ہوگا۔ لیکن اگر محبوب کریم ﷺ کے وضو کے پانی کو حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے تو وہ کوثر و تسنیم کی طہارتوں اور نظافتوں سے بھی بالا ہے۔

اس کے بعد حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم! حضور اکرم ﷺ نے جب کبھی لعاب دہن یا ناک مبارک سے رطوبت نیچے پھینکی صحابہ کرام نے اسے نیچے نہ گرنے دیا۔ دوڑے اسے ہاتھوں میں لیا اور اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیا۔ ذرا غور فرمائیں! یہ عمل کون کر رہا ہے! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کر رہے ہیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی کر رہے ہیں، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ بھی کر رہے ہیں۔ پندرہ سو صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم بلکہ کل کائنات صحابیت کر رہی ہے۔ قرآن مجید کی کسی آیت میں یا حضور ﷺ کے کسی ارشاد مبارک میں یہ مسئلہ موجود نہیں کہ کسی کی تھوک یا ناک کی رطوبت کو منہ پر مل لیا جائے۔ اگر کوئی شخص محبوب کریم ﷺ کی ذات اقدس کے علاوہ کسی اور کے ساتھ ایسا عمل کرے تو اسے آپ یقیناً لطافت و نظافت طبیعت کی نفاست، پاکیزگی وطہارت کی منافی بلکہ جہالت قرار دیں گے۔ لیکن یہ سب کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے محبوب آقا ﷺ کی تعظیم و تکریم کے لئے کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ منع بھی نہیں فرما رہے اور نہ ہی وحی کے ذریعے اس فعل کو ممنوع قرار دیا جا رہا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہی ایمان ہے یہی ایمان کی روح اور اس کی لطافت ہے یہی اس کی حقیقت اور اس کی لذت ہے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بتمام و کمال آشنا تھے عجب چیز ہے لذت آشنائی۔

اسی طرح عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ محبوب کائنات ﷺ نے داڑھی مبارک کا خط کرایا اور بال مبارک ترشوائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی آخر الزماں ﷺ کے ارد گرد جھرمٹ کی شکل میں گھیرا ڈالے کھڑے ہو گئے۔ حجام بال تراشتا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جولیاں کھول کھول کر محبوب دو جہاں ﷺ کے بال مبارک اٹھائے جاتے۔

قرآن وحدیث پاک کا بار بار مطالعہ کیجئے اور بتایئے! کیا قرآن وحدیث پاک میں کہیں کوئی ایسا حکم آتا ہے؟ کہیں ایسا نہیں ہے ہاں البتہ یہ سب کچھ بتقاضائے ادب ومحبت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سراپا عشق و ادب تھے۔ ذہن نشین کر لی جائے یہ بات کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عمل اطاعت نہیں بلکہ اتباع ہے۔ اطاعت حکم کی تعمیل کو کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وما اتکم الرسول فخذو ہ وما نھھکم عنہ فانتھوا میرا محبوب ﷺ جو تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روک دیں رک جاؤ۔ حاکم کائنات ﷺ جس چیز کا حکم دیں وہی کرنا ہے جس شئے سے منع کر دیں اس سے باز آجانا ہے یہی اطاعت کا مفہوم و مطلب ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا۔ من یطع الرسول فقد

اطـــاع الـلـــه یعنی جوکوئی رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے یقیناً اسی نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ جو رسول خدا ﷺ کا حکم مانتا ہے درحقیقت اللہ ہی کا حکم مانتا ہے۔ لیکن قابل توجہ ہے یہ بات کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عمل اطاعت نہیں ہے کیونکہ حضور پرنور ﷺ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا کہ میرے وضو کے پانی کے قطرے گریں تو زمین پر گرنے سے پہلے انھیں ہاتھوں میں لینا اور برکت حاصل کرنا۔ لعاب دھن پھینکوں تو چہروں پر مل لینا۔ کہیں نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ لیکن اس عمل سے منع بھی نہیں فرمایا۔ یہ سب کچھ محبوب کریم ﷺ کے ساتھ ہوتا رہا۔ پس یہ پندرہ سو صحابہ کی سنت اور محبوب کریم ﷺ اور اللہ جل شانہ کی خوشنودی و رضا ہے لیکن چونکہ حکم نہیں دیا اس لئے اطاعت نہ ہوئی۔ حضور ﷺ کا حکم ماننا اطاعت اور تعمیل میں فنا ہو جانا اتباع ہے۔ اطاعت حد کو چاہتی اور اتباع حد سے گزر جانے کا نام ہے۔ اس لئے فرمایا۔ فاتبعونی یہاں اطاعت نہ فرمایا بلکہ اتباع یعنی اے لوگو! اگر کمال چاہتے ہو تو محض اطاعت پر نہ رکو اطاعت پر اکتفانہ کرو بلکہ فنا ہو جاؤ۔ حد سے گزر جاؤ کمال چاہتے ہو تو تعظیم اور ادب رسول ﷺ میں حدیں پھلانگ جاؤ اور حضور ﷺ کی غلامی میں فنا ہو جانا ہی اتباع نصرت کا کمال ہے۔ صحابہ کرام کا یہ عمل لاریب حد سے گزر جانے اور محبت و تعظیم میں فنا ہو جانے والی بات ہے۔ اے امت مسلمہ کے افراد! اگر چاہتے ہو کہ اعمال میں پھر سے بہار آ جائے اور دین زندگی میں اصل روح' جان پڑ جائے تو واپس اسی ادب محبت کی طرف پلٹ آؤ' جس کا سبق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیں دیا ہے۔ اگر کامل ہدایت واللہ کی رضا چاہتے ہو تو صحابہ جیسا ایمان لے آؤ اور آؤ قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ پر عمل کرو۔

فـان امـنـوا بمثل ما امنتم به فقد هتدوا اگر اس جانب آ گئے تو ایمان زندہ ہو جائے گا ہدایت پا جاؤ گے۔ اتباع بھی بحال ہو جائے گی اور اطاعت و نصرت کی اثر آفرینی بھی۔ اطاعت اتباع میں اس وقت بدلتی ہے۔ جب اس میں فنائیت کا رنگ آ جائے اور فنائیت عشق و محبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک اور عظیم نکتہ سمجھاتا چلوں۔ جب انسان آقا

کریم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو اسے اللہ کی اطاعت کی صورت میں اس کا انعام ملتا ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع الله کوئی رسول کریم ﷺ کی اطاعت کرتا اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی اور اگر انسان محبوب کریم ﷺ کی اتباع کرے تو اسے انعام میں اللہ کی محبت ملتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ فاتبعونی یحببکم الله پس میری اتباع کرو اللہ کی محبت مل جائے گی۔ اتباع کا صلہ محبت ہے۔

اللہ کی محبت اور محبوبیت کا مرکز ومحور

اتباع شروع بھی محبت سے ہوتی ہے اور ختم بھی محبت پر۔ فرمایا قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله (اے محبوب ﷺ) آپ فرما دیجئے انہیں اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (تب) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اگر اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو نتیجتاً اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔ یعنی مرکز ومحور حضور ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ اگر کوئی اللہ کا محبّ بننا چاہے تو اس کے لئے بھی حضور ﷺ کی اتباع کو شرط قرار دیا گیا ہے اور اگر کوئی خدا کا محبوب بننا چاہے تو اس کے لئے بھی محبوب کریم ﷺ کی اتباع شرط لازم ہے۔ تو گویا عشق و محبت کا مرکز محبوب کی ذات اقدس ﷺ ہے۔

محبوب کریم ﷺ سے محبت کیوں؟

اس صاحب فضل عظیم ﷺ کی امت پر ان گنت انعامات و احسانات ہیں' لطف و کرم' رحمت و شفقت' تعلیم کتاب و حکمت' ہدایت صراط مستقیم' نار جہیم سے رستگاری ان میں سے ہر انعام و احسان قدر و منزلت میں کتنا بڑا ہے۔ ہدایت کی طرف آپ ﷺ مسلمانوں کے لئے ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ ان کی فلاح ونجات کے داعی ہیں۔ پروردگار عالم کے حضور ان کے شفیع اور گواہ ہیں۔ محبوب دوجہاں ﷺ کے کمالات و کرامات کچھ تو وہ ہیں جن کے انوار و آثار اس عالم میں ظاہر و روشن ہیں کچھ وہ ہیں جن کا ظہور آخرت میں روز قیامت ہو گا۔ آپ ﷺ خلیفہ رب العالمین اور نائب مالک یوم الدین ہیں۔ روز قیامت جو مقام

محبوب ﷺ کا ہوگا اور کسی کو حاصل نہ ہوگا۔

روز محشر نہ کوئی اور سہارا ہو گا
سب کے ہونٹوں پہ محمد ﷺ کی دہائی ہو گی

اور

جس کی دربار محمد ﷺ میں رسائی ہو گی
اس کی قسمت پہ فدا ساری خدائی ہو گی

اور سچ تو یہ ہے کہ

تجھ سے پوچھا نہ نکیروں نے ظہوری کچھ بھی
قبر میں نعت نبی تو نے سنائی ہو گی

جو قدر و منزلت محبوب الٰہی ﷺ کی ہوگی اور کسی کی نہ ہوگی اور بحکم رب العالمین وہ آپ ہی کا دن ہوگا اور آپ ﷺ ہی کا حکم ہوگا۔

جرم کتنا ہی نہ کیوں ہو بخش دیتا ہے خدا
وہ جسے کہہ دیں کہ جا تیری خطا کوئی نہیں

قصہ مختصر کہ محبت کا سبب جو بھی ہو وہ تمام اسباب سید السادات، منبع برکات علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات میں ثابت وموجود ہیں۔ لہذا آپ ﷺ محبت کے مستحق وموجب ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے ساتھ ہماری محبت اپنی جان اپنے مال اور اپنی اولاد سے کہیں زیادہ وافر واکثر ہے اور جو بھی اخلاص کے ساتھ حضور اقدس ﷺ پر ایمان صحیح لایا اس کا وجدان آپ ﷺ کی محبت سے خالی نہیں ہے۔

☆ حضرت سہیل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے تمام احوال میں محبوب کریم ﷺ کی ولایت نہ دیکھی اور خود کو محبوب کریم ﷺ کی ملکیت نہ جانا اس نے سنت کی چاشنی نہیں دیکھی اور دوسری طرف ؎

دامن محبوب ﷺ سے جو لپٹا یگانہ ہو گیا

جن کے محبوب ﷺ ہو گئے ان کا زمانہ ہو گیا

حقیقت میں خود کو محبوب کریم ﷺ کی ملکیت جاننا اور آپ ﷺ کی سراپا غلامی اختیار کرنا ہی ذریعہ نجات ہے۔

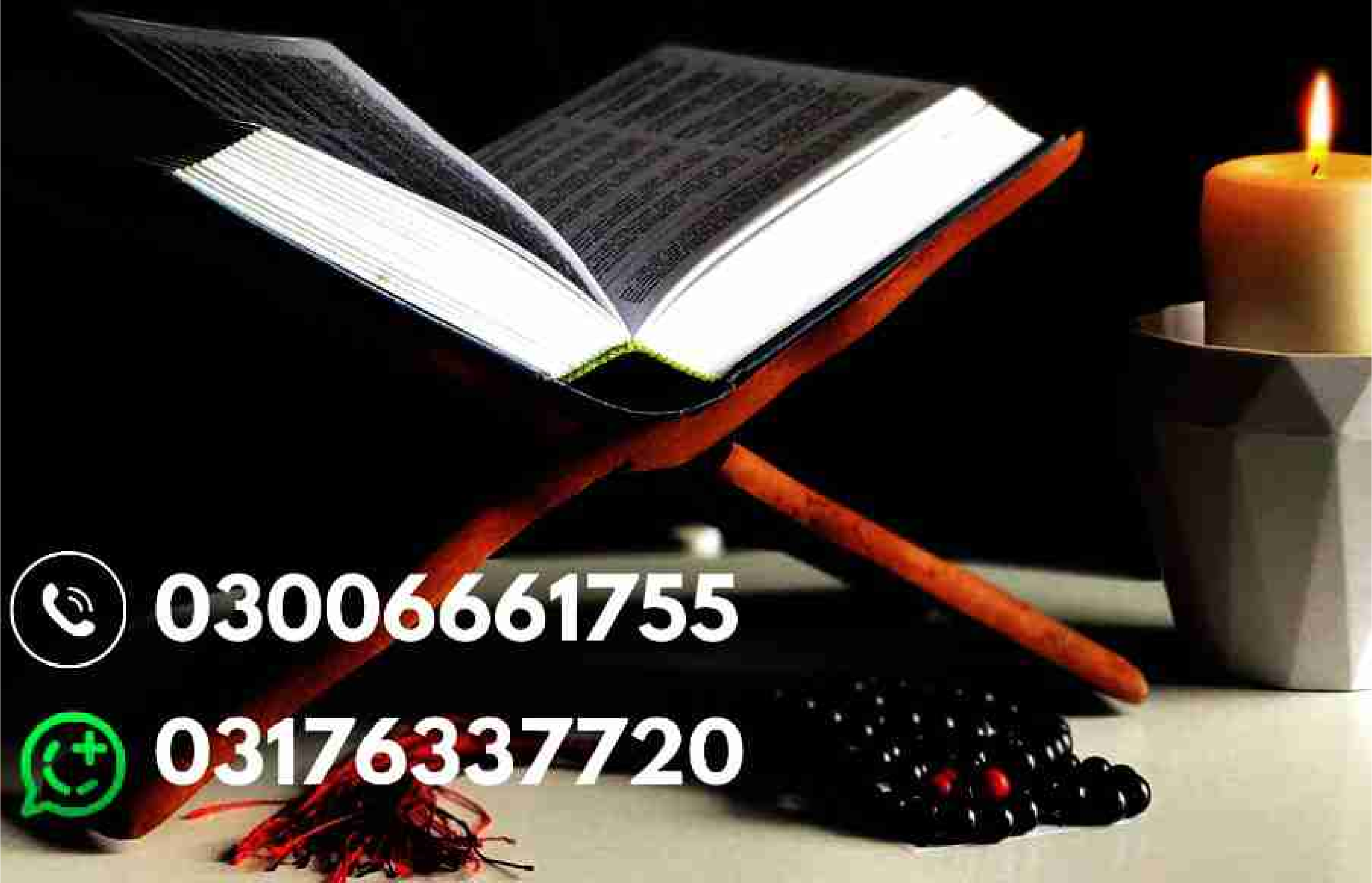
جو بھی مجرم میری سرکار کے دامن میں چھپے
عرش والے اسے جنت کی سزا دیتے ہیں

فیضان پیر سیال لجپال

جامعہ شیخ الاسلام تعلیم القرآن و الحدیث

آن-لائن کلاس ترجمہ، تفسیر، حدیث پاک

آسان عام فہم خواہش مند طالبات کے لیے سنہری موقع




فیضان پیر سیال لجپال
جامعہ شیخ الاسلام تعلیم القرآن و الحدیث
آن-لائن کلاس ترجمہ، تفسیر، حدیث پاک
آسان عام فہم خواہش مند طلباء کے لیے سنہری موقع
03006661755

حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی کی عالمانہ، عارفانہ، عاشقانہ چند تحریریں

1. وسیلۂ محبوب ﷺ
2. گریۂ محبوب ﷺ
3. عشق خیر الوریٰ ﷺ
4. اطاعت محبوب ﷺ
5. شان غوث اعظم رضی اللہ عنہ
6. راحت دو جہاں ﷺ
7. لفظ ولی کا معنی و مفہوم
8. عقیدت کے پھول
9. آئینہ جمال کبریاء ﷺ
10. بنا کے مصور نے توڑا قلم
11. محبت اور علامات محبت
12. صحابہ رضی اللہ عنہم کے عقائد
13. عشق است امام من
14. راحت دو جاں ﷺ
15. پیکر حسن و جمال ﷺ
16. نور الہدیٰ ﷺ
17. عجب چیز ہے لذت آشنائی
18. شمس الضحیٰ ﷺ
19. صاحب الجود والکرم ﷺ
20. اسلام میں دل جوئی کا مقام
21. اسلام میں دل شکنی جائز نہیں
22. کیا وسیلہ سے مانگنا جائز ہے
23. وسیلتنا فی الدارین ﷺ
24. جب بھی مانگو وسیلے سے مانگو
25. کون کہتا ہے وسیلہ سے مانگنا جائز نہیں
26. وبالوالدین احسانا
27. آنچہ خوباں ہمہ دارند
28. اہل ایمان سلام کہتے ہیں؟
29. اسمائے محبوب ﷺ
30. عطائے محبوب ﷺ
31. تبسم محبوب ﷺ
32. آداب محبوب ﷺ
33. کلام محبوب ﷺ
34. اخلاق محبوب ﷺ
35. یاد محبوب ﷺ
36. محبوب کائنات ﷺ
37. گیسوئے محبوب ﷺ
38. در محبوب ﷺ
39. کمالات محبوب ﷺ
40. حیات محبوب ﷺ
41. صورت محبوب ﷺ
42. سیرت محبوب ﷺ
43. فرمان محبوب ﷺ
44. معجزات محبوب ﷺ
45. بزم محبوب ﷺ
46. محبّ اور محبوب ﷺ
47. عکس حسن محبوب ﷺ
48. تعظیم و توقیر محبوب ﷺ
49. اوصاف محبوب ﷺ
50. ذکر محبوب ﷺ
51. آمد محبوب ﷺ
52. رفعت محبوب ﷺ
53. عشق صدیق رضی اللہ عنہ
54. عشق بلال رضی اللہ عنہ
55. عشق اویس رضی اللہ عنہ
56. عشق جامی رحمۃ اللہ علیہ
57. عشق رومی رحمۃ اللہ علیہ
58. میرا محبوب کتنا حسیں ہے
59. صحابہ کا مقام عشق
60. افتئو منون ببعض الکتاب
61. علم ابن الکتاب عشق ام الکتاب
62. بکھری زلفیں پریشان چہرہ
63. فان امنوا بمثل ما امنتم به